17

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۸ھ

۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۵۸ء

قیمت ۵

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مال حرام کی خیرات قبول نہیں ہوتی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ وَّلَا صَدَقَۃٌ مِّنْ غُلُوْلٍ رواہ مسلم

ابن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بغیر پاکیزگی یا وضو کے نماز قبول نہیں کی جاتی اور نہ مال حرام کی خیرات قبول ہوتی ہے

دُودھ پی کر کُلّی کرنے کا حکم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ دَسَمًا متفق علیہ

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پس کلی کی اور فرمایا دودھ میں چکناہٹ ہوتی ہے

ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا حکم

عَنْ بُرَیْدَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الصَّلَوٰتِ یَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّ مَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْیَوْمَ شَیْئًا لَّمْ تَکُنْ تَصْنَعُہٗ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُہٗ یَا عُمَرُ رواہ مسلم

بُریدہؓ کہتے ہیں کہ فتح مکّہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں (پانچ نمازیں) اور مسح کیا موزوں پر پس کہا عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج آپ نے کی ہے وہ چیز جس کو کبھی آپ نے نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ عمرؓ قصداً میں نے ایسا کیا ہے (تاکہ لوگوں کو اس کا جواز معلوم ہو جائے)

ستّو کھانے کے بعد کُلّی کرو

عَنْ سُوَیْدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّہٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ خَیْبَرَ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِالصَّھْبَاءِ وَھِیَ مِنْ اَدْنٰی خَیْبَرَ صَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ یُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِیْقِ فَاَمَرَ بِہٖ فَثُرِّیَ فَاَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَکَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَی الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَ مَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ رواہ البخاری

سوید بن النعمانؓ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح خیبر کے سال میں سفر پر گئے جب مقام صہبا میں پہنچے جو خیبر کے پاس واقع ہے۔ تو عصر کی نماز پڑھی اور پھر توشہ منگوایا۔ ستو لائے گئے۔ اور آپؐ کے حکم سے گھولے گئے۔ پھر آپ نے اور ہم نے اُن کو کھایا۔ اور پھر مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے آپؐ نے کلّی کی اور ہم نے بھی کلّی کی اور نماز پڑھ لی اور وضو نہیں کیا۔

وضو کب کرنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِیْحٍ رواہ احمد و ترمذی

ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں (واجب) ہوتا مگر آواز یا بو سے۔

مذی کا حکم

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْیِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْیِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِیِّ الْغُسْلُ (رواہ ترمذی)

علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے مذی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا مذی نکلنے سے وضو لازم آتا ہے۔ اور منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے۔

وضو نماز کی کنجی ہے

عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ وَتَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَتَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْہُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ

جناب علیؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ نماز کی کنجی وضو ہے۔ اور نماز کی تحریم تکبیر ہے۔ (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دینے سے تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اور نماز کی تحلیل

ہوا خارج ہوجانے پر وضو کرو

عَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّاْ وَلَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِیْ اَعْجَازِھِنَّ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤدَ

علیؓ بن طلق سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کی ہوا بغیر آواز خارج ہو تو اُس کو وضو کرنا چاہیئے۔ اور نہ جماع کرو تم عورتوں سے ان کی مقعد (پاخانہ کی جگہ) میں۔

گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ یَدَہٗ بِمِسْحٍ کَانَ تَحْتَہٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر پونچھ لیا اپنا ہاتھ ٹاٹ سے جو آپ کے نیچے بچھا ہوا تھا اور پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھ لی۔

ایضاً

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ قَرَّبْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِیًّا فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَلَمْ یَتَوَضَّاْ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بُھنی ہوئی پسلی لے گئی۔ پس آپؐ نے اس میں سے کھایا پھر نماز کو کھڑے ہو گئے اور وضو نہیں کیا۔

ایضاً

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اَشْھَدُ لَقَدْ کُنْتُ اَشْوِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاۃِ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّاْ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

ابو رافعؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کے پیٹ کی چیزیں (دل اور کلیجی وغیرہ) بھونتا تھا (آپؐ اس میں سے کھاتے اور) پھر نماز کو کھڑے ہو جاتے اور وضو نہ فرماتے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۸ء | شمارہ ۲۴

محکمۂ ڈاک اور اخبارات

تقسیم ملک سے پہلے محکمہ ڈاک کے عملہ کی ایمانداری شہرہ آفاق تھی - اس محکمہ کے کسی ملازم کے خلاف رشوت یا کسی دوسری بدعنوانی کی معمولی سی شکایت پر اس کے خلاف فوراً تادیبی کارروائی کی جاتی تھی - ایسے بے شمار واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں - جہاں ایک چٹھی رسان کو آٹھ آنے رشوت لینے پر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تھا - اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس محکمہ کے اکثر ملازمین ایمانداری سے کام کرتے تھے - تقسیم ملک کے بعد اس محکمہ کے ملازمین کی ایمانداری کی شہرت مجروح ہو چکی ہے - بڑی سے بڑی شکایت پر کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اب یہ محکمہ بددیانتی میں کسی دوسرے محکمہ سے پیچھے نہیں رہا -

اگرچہ اخبارات و رسائل تقسیم ملک سے پہلے بھی اس محکمہ سے نالاں تھے پرچے اڑا لینا اس محکمہ کے ملازمین کا محبوب مشغلہ تب بھی تھا - وقتاً فوقتاً "محکمہ ڈاک کے ڈاکو" کے عنوان کے ماتحت اس مشغلہ کا ذکر ملک کے تمام جرائد میں ہوتا رہتا تھا - لیکن تقسیم ملک کے بعد تو یہ مشغلہ بہت زیادہ ترقی کر گیا ہے - ہمارے قومی کردار کی گراوٹ کے باعث روزناموں فلمی اور دوسرے مصوّر پرچوں کو اڑا لینے کی وجہ تو سمجھ میں آسکتی ہے - کیونکہ ان میں ایکٹرسوں اور بے پردہ عورتوں کی تصاویر ہوتی ہیں ہماری قوم کی اکثریت اسی قسم کے پرچوں کو پسند کرتی ہے - لیکن ہفت روزہ "خدام الدین" اور دوسرے خالص مذہبی پرچوں کو اڑا لینے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی - اگر اڑانے والے مذہب سے بے بہرہ ہیں تو ان کے لئے اس قسم کے پرچے بالکل بیکار ہیں اور اگر وہ دیندار ہیں تو یہ چوری کسی صورت میں بھی جائز نہیں - ہمیں معاف کیا جائے - اگر ہم یہ کہیں کہ یہ سب کچھ عادتاً کیا جاتا ہے - اس سے کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو رونا اس کا نہیں کہ پرچے گم کیوں ہوتے ہیں بلکہ رونا اس کا ہے کہ پرچہ نہ پہنچنے کی وجہ سے قارئین کرام منتظمین کو ملزم گردان کر اکثر مذہبی پرچوں کے مطالعہ سے محروم ہو جاتے ہیں - اور ان کو جو روحانی فائدہ پہنچ رہا تھا اس سے وہ محروم ہو جاتے ہیں -

محکمہ ڈاک نے اخبارات و رسائل کو چند مراعات دے رکھی ہیں - لیکن ایک ہاتھ سے یہ مراعات دی جاتی ہیں اور دوسرے سے چھین لی جاتی ہیں - مثلاً ہر اخبار و رسالہ کو محکمہ ڈاک، رجسٹرڈ نمبر عطا کرتا ہے - جس سے اندرون ملک میں ایک پرچہ پر ایک آنہ کی بجائے ایک پیسہ کا ٹکٹ چسپاں کیا جاتا ہے - بیرون ملک بھی یہ رعایت ملتی ہے - پہلے یہ رعایت نئے اور پرانے سب قسم کے پرچوں پر ملتی تھی - لیکن اب کچھ عرصہ سے یہ رعایت صرف نئے پرچوں پر ملتی ہے - پرانے پرچوں پر ایک آنہ فی پرچہ ٹکٹ چسپاں کرنا پڑتا ہے - کیا یہ زیادتی نہیں کہ پہلے محکمہ ڈاک کے ملازمین پرچہ خود ہی گم کریں اور پھر اخبار والوں کو بلاوجہ زیر بار کیا جائے - ایک کی بجائے دو پرچے بھیجنا ہی کافی سزا تھی - اس پر ایک پیسہ کی بجائے ایک آنہ کا ٹکٹ لگانا دوہری سزا دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں -

وی پی پر اخبار والوں کو چار آنے کا ٹکٹ لگانا پڑتا ہے - اس کے علاوہ تازہ پرچہ پر ایک پیسہ اور پرانے پرچہ پر ایک آنہ کا زائد ٹکٹ بھی چسپاں کرنا پڑتا ہے - وی پی وصول کنندہ سے ہر دس روپیہ پر دو آنے زائد منی آرڈر فیس وصول کی جاتی ہے گویا کہ ہر دس روپیہ کی وی پی پر محکمہ ڈاک سوا چھ آنے یا سات آنے وصول کرتا ہے - اس صورت میں انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اخبار والوں کو وی پی فارم مفت مہیا کئے جاتے - لیکن ایسا نہیں کیا جاتا - محکمہ ڈاک وی پی فارم فروخت کرتا ہے - اگر قیمت برائے نام ہوتی تاکہ فارم ضائع نہ ہوں تو بھی مضائقہ نہ تھا - مثلاً دو آنے یا چار آنے سینکڑہ - لیکن بارہ آنے کے پچاس فارم فروخت کرنا تو سراسر زیادتی ہے - اس پر طرہ یہ کہ ان کی خرید کے لئے بڑے ڈاکخانہ جانا پڑتا ہے - ہر چھوٹے بڑے ڈاکخانہ سے وی پی فارم ہر وقت قیمتاً بھی دستیاب نہیں ہوتے -

وی پی کے متعلق محکمہ ڈاک کا رویہ ایک اور لحاظ سے بھی موزوں نہیں - بعض اوقات چٹھی رساں مکتوب الیہ سے دریافت کئے بغیر "انکاری" لکھ کر واپس کر دیتا ہے - اگر مکتوب الیہ کسی وجہ سے فوراً وی پی وصول کرنا نہ چاہے تو اس کو ہفتہ عشرہ کا نوٹس دیا جاتا ہے - اگر وہ اس عرصہ میں ڈاکخانہ جا کر وی پی وصول کر لے تو فبہا ورنہ وہ واپس کر دیا جاتا ہے - اس کو دوبارہ یاد دہانی کرانے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی - ہم نے گزشتہ سال پوسٹماسٹر جنرل صاحب کی خدمت میں یہ تجویز لکھ کر بھی بھیجی تھی کہ واپس کرنے سے پہلے مکتوب الیہ کو یاد دہانی کرا دی جائے - کہ نوٹس کی میعاد ختم ہو چکی ہے اگر آپ اتنے دو دن کے اندر وی پی وصول نہ کریں گے تو واپس کر دیا جائے گا - پوسٹماسٹر جنرل صاحب نے اس پر غور کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا - لیکن اس کے بعد ہمیں اس تجویز کا حشر معلوم نہیں ہو سکا - غالباً مسترد کر دی گئی ہوگی - یا کسی کولڈ سٹوریج میں پڑی ہوگی -

ہماری رائے میں محکمہ ڈاک کو اخبارات و رسائل کے متعلق عموماً اور مذہبی رسائل کے متعلق خصوصاً اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے - کیا ہم امید رکھیں کہ ہماری ان معروضات پر ہمدردانہ غور کیا جائے گا -

---

نوٹ۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں - منیجر

نعت

(از جناب طالب صاحب سہالوی گوجرانوالہ)

مئے توحید کے وہ جام چھلکاتے ہوئے آئے
غرض وہ محفلِ رنداں کو گرماتے ہوئے آئے

وہ ماہِ پُر ضیا نورِ ہُدیٰ وہ سرورِ عالم
جہانِ رنگ و بو میں نور برساتے ہوئے آئے

انہیں کے دم سے دُنیا میں جہالت کا فسوں ٹُوٹا
وہی نیکی بدی میں فرق سمجھاتے ہوئے آئے

جہاں کے گوشہ گوشہ میں تھی اک تاریکیِ باطل
مگر وہ قوتِ باطل کو ٹُھکراتے ہوئے آئے

جہانِ کفر میں اک کپکپی سی ہو گئی طاری
کچھ اس انداز سے باطل سے ٹکراتے ہوئے آئے

جسے دیکھو وہی دشمن غرض سارا جہاں دشمن
وہ ان حالات میں حق بات فرماتے ہوئے آئے

شفیع المذنبیں، سرکارِ ختم الانبیاء بن کر
ہر اک بیکس کی اُمیدوں کو بر لاتے ہوئے آئے

خُدا شاہد ہے پہنچے جا کے وہ اَوجِ ثریا پہ
بشر کا مرتبہ دُنیا کو سمجھاتے ہوئے آئے

خدا نے آپ کو بخشا ہے ایسا حسن لاثانی
کہ مہر و ماہ و انجم کو بھی شرماتے ہوئے آئے

خُدا کی شان دیکھو، احمدِ مختار کے در پہ
عدوئے دیں بھی آخر ٹھوکریں کھاتے ہوئے آئے

سراپا پیکرِ جود و سخا ہیں مصطفےٰ طالب
جو پہنچے آپ کے در پہ وہ گُن گاتے ہوئے آئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیرت کانفرنس کراچی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

قسط دوم

پانچواں پہلو

حضور انورؐ سارے جہان کے لئے رحمت ہیں

اعلان شاہنشاہی

(وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔)

سورہ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷

ترجمہ - اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے -

اس سے بڑھ کر اور کوئی اعزاز نہیں ہو سکتا

جب خالق الخلق مالک الملک اللہ تعالیٰ جل شانہ و عزّ اسمہٗ خود ارشاد فرما رہے ہیں - کہ سارے جہان کے لئے حضور انورؐ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے - تو اس سے بڑھ کر اور کوئی بڑا اعزاز ہو ہی نہیں سکتا - اور

عالمین کے لفظ میں حیوانات بھی شامل ہیں

حضور انورؐ کی حیوانات پر رحمت کے واقعات ملاحظہ ہوں -

ہرنی پر رحمت

وَاسْتَعَانَتْ ظَبْيَةٌ قَدْ شَدَّهَا
حَابِلٌ رَامَ اقْتِنَاصًا فَاحْتَبَلْ

ترجمہ - ایک ہرنی نے آپ سے فریاد کی - جس کو ایک ایسے شکاری نے باندھ رکھا تھا - جو بارادہ شکار (اس کو پھانس چکا تھا) اور وہ پھنس گئی تھی -

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَطْلِقْنِيْ اَعُدْ
لِصِغَارٍ اَضْعَفَ لِكَشْفٍ مُّنْخَزِلْ

ترجمہ - اے خدا کے نبی آپ مجھ کو کھول دیجئے تاکہ میں اپنے ضعیف اور چھوڑے ہوئے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں -

حَلَّهَا تَعْدُوْ وَتَتْلُوْ اَنَّهٗ
خَاتَمُ الرُّسُلِ وَحَلَّالُ الْعُقَلْ

ترجمہ - آپ نے اس کو کھول دیا - تو وہ دوڑتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی چلی - کہ آپ یقیناً آخری پیغمبر اور مشکلوں کی گرہ کھولنے والے ہیں -

ثُمَّ عَادَتْ تَقْتَضِيْ اٰثَارَهَا
لِلْاِسَارِ مَا اَخَلَّتْ بِالْاَجَلْ

ترجمہ - پھر پچھلے پاؤں لوٹ کر قید ہونے کے لئے آگئی - اور وعدے کی مدت میں کچھ بھی خلل نہ ڈالا -

ثُمَّ خَلَّاهَا تَصِيْحُ فِي الْفَلَا
تُعْلِنُ التَّوْحِيْدَ جَهْرًا لَا تَمَلْ

ترجمہ - پھر آپ نے (باجازت شکاری) اس کو چھوڑ دیا - کہ وہ جنگل میں چیخ چیخ کر توحید خداوندی کا اعلان کرتی - اور نہ تھکتی تھی -

حاصل

یہ نکلا - کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے انسانوں کے لئے رحمت ہیں - ویسے ہی حیوانات کے لئے بھی رحمت ہیں -

ایک اونٹ پر شفقت

وَالْبَعِيْرُ اِذْ اَرَادُوْا نَحْرَهٗ
جَاءَ وَالتَّيَّارُ بِعَيْنٍ تَنْهَمِلْ

ترجمہ - ایک اونٹ کے مالکوں نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا - تو وہ آپ کے پاس اشکبار آنکھوں کے ساتھ آیا -

ثُمَّ فِيْ اُذْنَيْهِ نَاجٰى شَاكِيًا مَا بِهٖ
مِنْ اَزْمَةِ الْبَلْوٰى نَزَلْ

ترجمہ - اور وہ مصیبت گوش گزار کی - جو اس پر پڑی تھی -

فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ خَلَّاهُ سُدًى
لَا يُعَانِيْ قَدُّوْمِنْ حُرِّ الْحِمَلْ

ترجمہ - آپ نے اس کو خرید کر بے مہار چھوڑ دیا - تو وہ آزاد ہو کر پھرنے لگا -

یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے - جس کو طبرانی اور ابو نعیم نے بروایت یعلی بن مرہ بیان کیا ہے - کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ایک اونٹ کو بلبلاتے ہوئے دیکھا - اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو سجدہ کرنے کا اونٹ سے نسبتاً زیادہ حق حاصل ہے - آپ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا - تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں - تم لوگ جانتے ہو - کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے - یہ کہتا ہے - کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی - اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں - تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا - اب ان کے ہاں ایک تقریب ہے تو انہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے - حضورؐ نے اونٹ کے مالکوں سے یہ سرگزشت کہلا بھیجی - انہوں نے کہا - کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا - آپؐ نے فرمایا - کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو - (چنانچہ چھوڑ دیا گیا)

ضروری نوٹ:- یہ دونوں واقعے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی کتاب (لامیۃ المعجزات) سے لئے گئے ہیں -

اپنے رحمت ہونے کے متعلق حضورؐ کا

اپنا اعلان

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ -

رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان

ترجمہ - ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں - آپ نے فرمایا - سوائے اس کے نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں -

چھٹا پہلو

حضور انورؐ کا حلم اور مسکین نوازی

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَائِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً وَرَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ الْاَعْرَابِيِّ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ

ثُمَّ اَمَرَ لَہٗ بِعَطَاءٍ متفق علیہ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ اور آپ بحران (مقام کا نام) کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستہ میں آپ کو ایک دیہاتی ملا جس نے آپ کی چادر پکڑ کر اس قدر سختی سے اپنی طرف کھینچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سینے کے قریب کھنچ کر آ گئے۔ میں نے دیکھا۔ تو آپؐ کی چادر کے کنارے نے آپؐ کی گردن پر نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا۔ اے محمدؐ۔ اللہ کا وہ مال جو تیرے پاس ہے۔ مجھے اس میں سے دلا۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر ہنسے۔ پھر آپؐ نے اُس کو کچھ دیئے جانے کا حکم دیا۔

تعجب خیز حلم (بردباری)

کہاں سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک جاہل آداب سے ناآشنا دیہاتی اور پھر یہ بے ادبی۔ کہ زبان سے تو عرض نہیں کرتا۔ اور پچھلی طرف چادر مبارک اس قدر شدید جھٹکا دے کر کھینچتا ہے۔ کہ حضور انورؐ اس کی چھاتی سے آ کر لگ جاتے ہیں۔ اور اتنا شدید جھٹکا دیا۔ کہ حضور انورؐ کی چادر مبارک کے سخت کناروں کی رگڑ سے حضور کے کندھے پر نشان پڑ گئے۔ اس کے علاوہ یہ بے ادبی کہ روکھا نام یا محمدؐ کہہ کر پکارتا ہے۔ اتنی شدید بے ادبی کرنے کے بعد امر کے لفظ سے مطالبہ کرتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے ماتحت کو حکم دیتا ہے کہ مجھے وہ مال دلا۔ جو تیرے پاس ہے۔ بے ادبی وہ اور مطالبہ یہ۔ حضور انورؐ کے اخلاق حمیدہ کا کمال ملاحظہ ہو۔ کہ آپؐ اُسے دیکھ کر ہنس پڑے۔ گویا چہرے پر رنجیدگی کا ذرا اثر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور ایسے بے ادب گنوار کی شفقت سے فرمائش پوری کر دی۔

برادرانِ اسلام

اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھئے۔ پھر فیصلہ کیجئے۔ کہ ہم میں سے کتنے کھرے محمدیؐ ہیں۔ اور کتنے کھوٹے ہیں۔ اور کتنے اصلی محمدیؐ ہیں اور کتنے نقلی۔ اور کتنے سچے محمدی ہیں۔ اور کتنے جھوٹے۔

وما علینا الا البلاغ

ساتواں پہلو

حضور انورؐ کی بے نظیر سخاوت

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ فَاَتٰی قَوْمَہٗ فَقَالَ اَیْ قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَیُعْطِیْ عَطَاءً مَا یَخَافُ الْفَقْرَ رواہ مسلم

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی بکریاں مانگیں۔ کہ جو دو پہاڑوں کے درمیانی نالہ کو بھر دیں۔ آپؐ نے اس کو اتنی ہی بکریاں دے دیں۔ پھر وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا۔ اگر مسلمان ہو جاؤ تو خدا کی قسم محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ پھر افلاس کا ڈر نہیں رہتا۔

کیا

حضور انورؐ کے سوا کوئی شخص اتنے مال سے محض حسبۃً للہ دستبردار ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مال میں تو دنیادار کی جان ہوتی ہے۔ یہ پیغمبر ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ کہ سب کچھ راہ خدا میں دیکر خالی ہاتھ محض اپنے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔

آٹھواں پہلو

حضور انورؐ کا خود تکلیف اُٹھا کر مخلوقِ خدا کو راضی کرنا۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّی الْغَدَاۃَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِیْنَۃِ بِاٰنِیَتِہِمْ فِیْہَا الْمَاءُ فَمَا یَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ یَدَہٗ فِیْہَا فَرُبَّمَا جَاءُوْہُ بِالْغَدَاۃِ الْبَارِدَۃِ فَیَغْمِسُ یَدَہٗ فِیْہَا۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ مدینہ کے (لوگوں کے) خادم اپنے برتن لے کر آ جاتے تھے جن میں پانی ہوتا تھا۔ پھر جو برتن بھی لاتے تھے۔ آپؐ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔ پھر بعض اوقات سردی کی (موسم کی) صبح کو آپؐ کے پاس آتے پھر بھی اُن پانی کے برتنوں میں ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

باوجودیکہ

سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈبونے سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ برتن کتنے ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور انورؐ محض خلق اللہ کے دل خوش کرنے کے لئے اپنی جان کو یہ تکلیف پہنچاتے تھے۔

نواں پہلو

حضور انورؐ نے غصّہ میں آ کر نہ کبھی فحش لفظ مُنہ سے نکالے۔ نہ کسی پر لعنت کی۔ اور نہ کبھی گالی دی۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَۃِ مَا لَہٗ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ رواہ البخاری

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے۔ نہ لعنت کرنے والے اور نہ گالیاں دینے والے۔ جب آپ کو کسی پر غصّہ آتا تو اتنا فرماتے۔ کیا کرتا ہے۔ تیری پیشانی خاک آلود ہو۔

نتیجہ

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہر مسلمان کے لئے ضروری بلکہ اشد ضروری ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مذکورہ بالا حدیث شریف کے آئینے میں اپنا مُنہ دیکھے۔ پھر خود فیصلہ کرے۔ کہ اصلی مسلمان ہے۔ یا نقلی۔ کھرا مسلمان ہے یا کھوٹا۔ سچا مسلمان ہے یا جھوٹا۔ وما علینا الا البلاغ۔

دسواں پہلو

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے خون کے پیاسوں کے لئے بھی بددعا نہیں فرمائی۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَؓ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً رواہ مسلم

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ مشرکوں کے لئے تو بددعا فرمائیے۔ فرمایا۔ مجھ کو لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ بلکہ مجھ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

برادرانِ اسلام

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے یہ پہلو فقط تبرک حاصل کرنے کے لئے نہ سنیں۔ بلکہ یوں خیال کیجئے کہ مبلغین دین نبویؐ میں سے ایک ادنےٰ سے ادنےٰ ادنےٰ سے ادنےٰ گنہگار مسلمان سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ سیرت کے یہ پہلو پیش کرکے آپ پر اتمام حجت کر رہا ہے۔ کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن امام الانبیاءؑ کے حضور میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے پیش ہوں تو آپ کا فرض ہے کہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کیجئے۔

گیارھواں پہلو

حضور انورؐ گھر میں اپنے اہل وعیال کے کام بھی کرتے تھے

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهِ تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهِ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ۔ اسودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ میں نے عائشہؓ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کو چلے جاتے۔

حاصل

یہ ہے کہ باوجود اس مقام اعلیٰ پر پہنچنے کے جس کے متعلق یہ کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" پھر بھی حضور انورؐ کے مزاج میں کوئی تعلّی اور تکبر نہیں ہے کہ اپنے گھر والوں کی کسی خدمت کو اپنے حق میں کسرِ شان سمجھیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایسے ہی حسن سلوک سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

ورنہ

یاد رکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن لیجئے۔

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ

ترجمہ۔ تم میں سے بھلا وہ آدمی ہے۔ جو اپنے بال بچوں کے حق میں بھلا ہو۔

یعنی

اپنے بال بچوں کے ساتھ جس کا سلوک اچھا نہیں ہے۔ وہ شریف یا بھلا مانس کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

بارھواں پہلو

حضور انورؐ کے اخلاق کی بلندی

کبھی کسی کو نہیں مارا

ہاں میدانِ جہاد کے حالات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَاَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ يُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ اِلَّا اَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ۔ رواہ مسلم۔ ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ نہ عورت کو نہ خادم کو مگر جبکہ آپ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے (تو اپنے ہاتھ سے دشمنوں کو مارتے تھے) اور جب آپ کو کوئی چیز پہنچتی (یعنی کسی سے تکلیف جسمانی یا روحانی) تو آپ اس کا انتقام نہ لیتے تھے۔ مگر جبکہ کوئی شخص خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو استعمال کرتا۔ یا ممنوع کاموں کو کرتا۔ تو آپ اُس کی سزا دیتے تھے۔

تیرھواں پہلو

حضور انورؐ کے اخلاق اتنے بلند تھے

کہ اگر خادم سے نقصان بھی ہو جاتا تو بھی اُسے کچھ نہ کہتے۔ بلکہ یوں فرماتے کہ جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے تو ہوکر رہتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِيْنَ خَدَمْتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا لَامَنِيْ عَلٰى شَيْءٍ قَطُّ اُتِيَ فِيْهِ عَلٰى يَدَيَّ فَاِنْ لَامَنِيْ لَائِمٌ مِنْ اَهْلِهِ قَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّهُ لَوْ قُضِيَ شَيْءٌ كَانَ۔ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مَعَ تَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ اور دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں۔ لیکن آپ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی۔ اور آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا۔ تو آپؐ فرما دیتے اس کو چھوڑ دو (ملامت نہ کرو) جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے۔ ضرور ہوکر رہتی ہے۔

اخلاق عالیہ کی کتنی بلندی ہے

واقع یہ ہے کہ عموماً بچوں سے اپنی ناتجربہ کاری اور کم عقلی کے باعث غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ایسے حالات میں آپ جانتے ہیں۔ کہ ماں باپ کو بھی بچوں کی اس قسم کی غلطیوں پر غصہ آہی جاتا ہے۔ غصّہ میں آکر زبانی سرزنش تو ہر شخص اپنے بچوں کو کرتا ہی ہے اور ایسے انسان بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ کہ مارتے بھی ہیں۔ مگر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوصلے کا کمال دیکھئے کہ دس سال کے عرصہ میں نہ کبھی خادم کو مارا۔ اور نہ کبھی ڈانٹا۔ بلکہ حضور کے گھر والوں میں سے کسی نے خادم کو کچھ کہا۔ تو اُسے فرمایا کچھ نہ کہو جو بات تقدیر میں مقدر ہوتی ہے وہ ہوکر ہی رہتی ہے۔

چودھواں پہلو

حضور انورؐ کی مسلمانوں سے ہمدردی

عَنْ اَنَسٍؓ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ لَقَدْ رَاَيْتُهُ يَوْمَ خَيْبَرَ عَلٰى حِمَارٍ خِطَامُهُ لِيْفٌ رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اس طرح بیان کرتے تھے۔ کہ آپؐ بیمار کی بیمار پرسی کرتے جنازہ کے ساتھ جاتے۔ غلام کی دعوت

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

برادرانِ اسلام

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے یہ پہلو فقط تبرک حاصل کرنے کے لئے نہ سنیں۔ بلکہ یوں خیال کیجئے کہ مبلغین دینِ نبویؐ میں سے ایک ادنےٰ سے ادنےٰ ادنےٰ سے ادنےٰ گنہگار مسلمان سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ سیرت کے یہ پہلو پیش کر کے آپ پر اتمامِ حجّت کر رہا ہے۔ کہ اگر آپؐ چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن امام الانبیاءؐ کے حضور میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے پیش ہوں تو آپ کا فرض ہے کہ سید الانبیاءؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کیجئے۔

گیارھواں پہلو

حضور انورؐ گھر میں اپنے اہل وعیال کے کام بھی کرتے تھے

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَاكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِہٖ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِہْنَةِ اَھْلِہٖ تَعْنِیْ خِدْمَةَ اَھْلِہٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ۔ اسودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ مَیں نے عائشہؓ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ اُنہوں نے کہا۔ گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کو چلے جاتے۔

حاصل

یہ ہے کہ باوجود اس مقام اعلیٰ پر پہنچنے کے جس کے متعلق یہ کہا جائے تو بالکل صحیح ہو گا۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر" پھر بھی حضورِ انورؐ کے مزاج میں کوئی تعلّی اور تکبّر نہیں ہے کہ اپنے گھر والوں کی کسی خدمت کو اپنے حق میں کسرِ شان سمجھیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایسے ہی حُسنِ سلوک سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ورنہ

یاد رکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن لیجئے۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

ترجمہ۔ تم میں سے بھلا وہ آدمی ہے۔ جو اپنے بال بچوں کے حق میں بھلا ہو۔

یعنی

اپنے بال بچّوں کے ساتھ جس کا سلوک اچھا نہیں ہے۔ وہ شریف یا بھلا مانس کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

بارھواں پہلو

حضور انورؐ کے اخلاق کی بلندی

کبھی کسی کو نہیں مارا

ہاں میدانِ جہاد کے حالات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَاَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا نِیْلَ مِنْہُ شَیْءٌ قَطُّ فَیَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِہٖ اِلَّا اَنْ یُّنْتَھَکَ شَیْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ۔ رواہ مسلم۔ ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ نہ عورت کو نہ خادم کو مگر جبکہ آپ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے (تو اپنے ہاتھ سے دشمنوں کو مارتے تھے) اور جب آپ کو کوئی چیز پہنچتی (یعنی کسی سے تکلیف جسمانی یا روحانی) تو آپ اس کا انتقام نہ لیتے تھے۔ مگر جبکہ کوئی شخص خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو استعمال کرتا۔ یا ممنوع کاموں کو کرتا۔ تو آپ اُس کی سزا دیتے تھے۔

تیرھواں پہلو

حضور انورؐ کے اخلاق اتنے بلند تھے

کہ اگر خادم سے نقصان بھی ہو جاتا تو بھی اُسے کچھ نہ کہتے۔ بلکہ یوں فرماتے کہ جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے تو ہو کر رہتی ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِیْنَ خَدَمْتُہٗ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا لَامَنِیْ عَلٰی شَیْءٍ قَطُّ اُتِیَ فِیْہِ عَلٰی یَدَیَّ فَاِنْ لَامَنِیْ لَائِمٌ مِّنْ اَھْلِہٖ قَالَ دَعُوْہُ فَاِنَّہٗ لَوْ قُضِیَ شَیْءٌ کَانَ۔ ھٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مَعَ تَغْیِیْرٍ یَسِیْرٍ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ اور دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں۔ لیکن آپ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی۔ اور آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا۔ تو آپؐ فرما دیتے اس کو چھوڑ دو (ملامت نہ کرو) جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے۔ ضرور ہو کر رہتی ہے۔

اخلاقِ عالیہ کی کتنی بلندی ہے

واقع یہ ہے کہ عموماً بچوں سے اپنی ناتجربہ کاری اور کم عقلی کے باعث غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ایسے حالات میں آپ جانتے ہیں۔ کہ ماں باپ کو بھی بچوں کی اس قسم کی غلطیوں پر غصہ آہی جاتا ہے۔ غصّہ میں آکر زبانی سرزنش تو ہر شخص اپنے بچوں کو کرتا ہی ہے اور ایسے انسان بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ کہ مارتے بھی ہیں۔ مگر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوصلے کا کمال دیکھئے کہ دس سال کے عرصہ میں نہ کبھی خادم کو مارا۔ اور نہ کبھی ڈانٹا۔ بلکہ حضور کے گھر والوں میں سے کسی نے خادم کو کچھ کہا۔ تو اُسے فرمایا کچھ نہ کہو جو بات تقدیر میں مقدر ہوتی ہے وہ ہو کر ہی رہتی ہے۔

چودھواں پہلو

حضورِ انورؐ کی مسلمانوں سے ہمدردی

عَنْ اَنَسٍؓ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَیُجِیْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْکِ وَیَرْکَبُ الْحِمَارَ لَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَوْمَ خَیْبَرَ عَلٰی حِمَارٍ خِطَامُہٗ لِیْفٌ رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اس طرح بیان کرتے تھے۔ کہ آپؐ بیمار کی بیمار پرسی کرتے جنازہ کے ساتھ جاتے۔ غلام کی دعوت

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قرآن مجید میں اپنی تلاش

(از جناب مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی)

اللہ کا شکر ہے قرآن مجید پڑھنے والے ہر زمانے میں بہت رہے ہیں اور سمجھنے والوں کی بھی کمی نہیں رہی، اب بھی دنیا خالی نہیں ہے۔ سب سے زیادہ یہی کتاب آج دنیا میں پڑھی جاتی ہے۔ مگر اللہ معاف کرے اکثر لوگ اس کو دوسروں کی کتاب سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ وہ اس کتاب میں دوسروں کا حال تلاش کرتے ہیں۔ گویا یہ بھی کوئی تاریخ کی کتاب ہے، یا پرانا مرقع، حالانکہ یہ زندہ کتاب ہے اور زندگی کا ساتھ دینے والی یہ ہر شخص کی کتاب ہے اور ہر زمانے کی کتاب ہے، اس میں ہمیں اپنے کو تلاش کرنا چاہیئے، اگر ہم خلوص اور سچی طلب کے ساتھ اپنے کو تلاش کرنے نکلیں گے، تو ضرور اپنے آپ کو پا لیں گے بشرطیکہ ہم اپنے کو پہچانتے بھی ہوں، بچہ اپنی صورت آئینہ میں دیکھتا ہے، کبھی ہنستا ہے، کبھی اس پر ہاتھ مارتا ہے اور وہ اپنے کو پہچانتا نہیں ایسا ہی ہو سکتا ہے، کہ ہم اپنی صورت دیکھتے ہوئے گزر جائیں، اور سمجھیں کہ یہ کسی اور کی صورت ہے کبھی اس پر غصہ کریں، کبھی ترس کھائیں، کبھی تعجب کریں۔ حالانکہ نہ غصّے کی بات ہے نہ صرف ترس کھانے کی، نہ تعجب کا کوئی موقعہ ہے، یہ تو اپنی صورت ہے، خراب ہے، تو بنانے کی کوشش کی جائے، اچھی ہے تو خدا کا شکر کیا جائے اور ترقی کی کوشش کی جائے۔ اپنی دریافت دنیا کی سب سے بڑی دریافت ہے۔ کہاں کا جزیرہ، کیسا برِّ اعظم! کیسی نئی دنیا، کہاں کا نیا ملک!! سب سے قیمتی، سب سے عجیب، سب سے بعید سب سے قریب خود ہماری اپنے اندر کی دنیا ہے۔

وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

(الذّاریات۔ ع۔۱)

خود تمہاری ذات میں اللہ کی کیسی نشانیاں ہیں کیا تم کو نظر نہیں آتا؟

ہر زمانے میں کچھ ایسے لوگ رہے ہیں جو قرآن مجید کو اپنی کتاب اور ایک زندہ کتاب سمجھ کر پڑھتے تھے، اور اس میں اپنے کو تلاش کرتے تھے اور تھوڑی سی کوشش سے پا لیتے تھے آئیے ہم آپ کو ایک ایسے ہی بزرگ اور ان کی تلاش کا قصّہ سنائیں۔

اَحْنَفُ بِنْ قَیْسَ، ایک بہت بڑے عرب سردار تھے۔ مشہور تھا کہ اگر احنف کو غصّہ آتا ہے تو ایک لاکھ تلواروں کو غصّہ آ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو انھوں نے نہیں کی، مگر آپؐ کی زیارت کرنے والوں کی زیارت کی اور اُن کے ساتھ رہے۔ خاص طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے معتقد اور مخلص تھے۔

ایک دن کسی قاری نے یہ آیت تلاوت کی:

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (سورہ الانبیاء ع۔۱)

ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا تذکرہ موجود ہے، تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے؟

عربی ان کی زبان تھی، سن کر چونک پڑے۔ گویا نئی بات سنی، کہنے لگے ہمارا تذکرہ؟ ذرا قرآن تو لاؤ، دیکھوں میرا کیا تذکرہ ہے اور میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں؟

قرآن مجید آیا اور لوگوں کی صورتیں ان کے سامنے سے گزرنے لگیں، ایک گروہ آیا جس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (الذاریات۔ ع۔۱)

وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے، اور اُن کے مال میں سائل اور محروم کا حق تھا۔

پھر کچھ ایسے لوگ آئے جن کا حال یہ تھا کہ:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○

(آلمٓ السجدہ۔ ع۔۲)

ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے رب کو اُمید سے اور خوف سے پکارتے ہیں۔ اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔

پھر کچھ ایسے کہ:

یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ○

(الفرقان ۔ ع ۔ ۶)

راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں۔

پھر ایک ایسا قافلہ گزرا جس کی شان یہ تھی کہ:

یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ۚ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○ (آل عمران ۔ ع ۔۱۴)

خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصّے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

ابھی نظر بھر کر اُن کو دیکھ نہیں سکے تھے کہ کچھ ایسے جوانمرد سامنے آ گئے جن کا عالم یہ تھا:

یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الحشر۔ ع ۔ ۱)

دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو تنگی و فاقہ ہو اور (واقعی) جو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے وہ بڑا کامیاب ہے۔

یہ ابھی ہٹے ہی تھے کہ ایک دوسرا نمونہ سامنے آیا:

یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ○

(الشوریٰ ۔ ع ۔۴)

جو بڑے بڑے گناہوں سے اور بےحیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ اور جب ان کو غصّہ آتا ہے۔ تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حضرت احنف اپنے کو پہچانتے تھے، کہنے لگے خدایا، میں تو ان میں کہیں نظر

نہیں آتا۔

اب انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا، اس راستے میں ان کو اور طرح طرح کے آدمی نظر آنے لگے، ایک بھیڑ ملی، جس کا حال یہ تھا:

إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ أَإِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ (الصّٰفٰت۔ ع ۲)

جب ان سے کہا جاتا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبّر کیا کرتے۔ اور کہتے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دینگے۔

اور آگے بڑھے تو کچھ ایسے لوگ ملے کہ:

إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝

(الزمر۔ ع ۵)

جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اُن لوگوں کے دل منقبض ہو جاتے ہیں۔ جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے، اور جب اُس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

کچھ ایسے بدقسمت بھی کہ جب ان سے کہا جائے گا:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ (المدثر۔ ع ۲)

تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا؟

تو وہ جواب دیں گے:

لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝

(المدثر۔ ع ۲)

ہم نہ نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو کھلایا کرتے تھے، اور ہم باتیں بنانے والوں کے ساتھ خود بھی مشغول ہو جاتے تھے اور ہم آخرت کا انکار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی۔

احنفؒ یہ صورتیں دیکھ کر گھبرا گئے، کہنے لگے۔ خدایا ایسے لوگوں سے تیری پناہ! مَیں ان سے بیزار ہوں، اور مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں!

وہ اپنے متعلق نہ تو دھوکے میں تھے اور نہ ایسے بدگمان کہ اپنے کو مشرکوں اور باغیوں میں سمجھ لیں، وہ جانتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایمان کی دولت دی ہے۔ ان کا مقام بہت بلند نہ سہی، مگر ان کی جگہ مسلمانوں ہی میں ہے، ان کو ایسی صورت کی تلاش تھی جس کو وہ اپنی کہہ سکیں۔ ان کو اپنے ایمان کا یقین بھی تھا۔ اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا علم بھی، اور اللہ کی رحمت اور مغفرت پر بھروسہ بھی، نہ اُن کو اعمال پر غرّہ تھا، نہ خدا کی رحمت سے مایوسی، ان کو اس ملی جُلی صورت کی تلاش تھی، اور اس کا یقین کہ وہ صورت اس جامع اور مکمل اس زندہ و تازہ کتاب میں ضرور ملے گی۔ کیا ایسے خدا کے بندے نہیں ہیں جو ایمان کی دولت بھی رکھتے ہیں، اپنے گناہوں اور تقصیروں پر شرمندہ بھی ہیں۔ کیا خدا کی رحمت ان کو محروم رکھے گی۔ کیا اس کتاب میں جو سارے انسانوں کے لئے ہے ان کی صورت اور ان کا تذکرہ نہیں ملے گا؟ ایسا نہیں ہوسکتا!

جوئندہ، یابندہ، احنف کو اپنی تلاش میں کامیابی ہوئی، اُنہوں نے اللہ تعالےٰ کی اس پاک کتاب میں اپنے کو ڈھونڈھ نکالا۔

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

(التوبہ۔ ع ۱۳)

اور کچھ اور لوگ ہیں جن کو اپنی خطاؤں کا اقرار ہے، انہوں نے ملے جُلے عمل کئے تھے، کچھ بھلے، کچھ بُرے، اللہ سے امید ہے کہ ان کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائے، بلاشبہ اللہ تعالےٰ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

انہوں نے کہا بس! بس! مَیں مل گیا مَیں نے اپنے کو پالیا، مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے۔ مجھے خُدا کی توفیق سے جو کچھ نیک اعمال ہُوئے اُن کا انکار نہیں اُن کی ناقدری نہیں، ناشکری نہیں، مجھے خدا کی رحمت سے نا امیدی نہیں۔

وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝

اللہ کی رحمت سے وُہی مایوس ہو سکتے ہیں۔ جو گمراہ ہیں۔ سورہ الحجر رکوع ۴ پارہ ۱۴

اِن سب سے مِل جُل کر جو صورت تیار ہو، وہ میری صورت ہے، اس آیت میں میرا اور میرے جیسوں کا حال بیان کیا گیا ہے، اور اُن کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قربان اپنے رب کے جس نے اپنے گنہگار بندوں کو فراموش نہیں فرمایا۔

حضرت احنفؒ کی تلاش کا یہ قصّہ ختم ہو گیا۔ حضرت احنفؒ بھی دُنیا سے چلے گئے، اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچ گئے، مگر یہ کتاب موجود ہے، اور قیامت تک رہے گی۔ قومیں اگر اپنے کو اس میں تلاش کریں گی تو پالیں گی۔۔۔ جماعتیں اور مختلف طبقے اگر اپنے کو اس آئینے میں دیکھنا چاہیں گے، تو دیکھ لینگے افراد، ہم اور آپ اگر اپنے کو تلاش کرنے نکلیں گے تو انشاء اللہ ناکام واپس نہیں ہوں گے۔ حضرت احنفؒ نے ہم کو سچی تلاش کا ایک نمونہ دکھلا دیا، اور قرآن پڑھنے اور اس پر غور کرنے کا صحیح طریقہ سکھا گئے۔ ہمیں اس نمونے اور تعلیم سے فائدہ اُٹھا کر قرآن مجید کا مطالعہ شروع کرنا چاہیئے۔

بقیہ ایک طالب حق بندہ (صفحہ ۱۰ سے آگے)

اسی سال پھل دار ہو گئے۔ اور ایک بیضہ کے برابر غنیمت کے مالوں میں سے سونا ہاتھ آیا تھا۔ اس کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت سلمانؓ کو عطا فرمایا۔ اور کہا جاؤ۔ اسے دے کر آزاد ہو جاؤ۔ . . . . چونکہ یہ مقدار چالیس اوقیہ سے کم تھی۔ اس لئے حضرت سلمانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سونا مقدار مقررہ سے کم ہے۔ اتنے سے مَیں کیسے آزاد ہوں گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے پر اپنی زبان مبارک پھیر دی اور برکت کے لئے دُعا فرمائی۔ پھر کہا کہ جاؤ اس کو دیکر آزاد ہو جاؤ —— حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ مَیں یہ ارشاد گرامی سُن کر عثمان کے پاس اس کو لے گیا۔ اور وزن کیا تو پورے چالیسؓ اوقیہ ہُوا۔ نہ کم تھا نہ زیادہ . . . . . . غرض حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس یہودی کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہنے لگے۔ آپؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۲۲ سال تک زندہ رہے۔ اور ۳۳ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں انتقال فرمایا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ایک طالب حق بندہ

(از جناب محمد ابوالوفاء صاحب احیائی مبارکپوری اعظمی)

آئیے آج ہم آپ کو ایک اچھے اور سچے صحابی کا حال سُنائیں وہ ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ - یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بہت جان نثار اور خدمتگزار تھے - انہوں نے اسلام لانے کے بعد اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں صرف کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی دین حق کی اشاعت اور تبلیغ اور اس کے پرچار میں لگے رہے

لو اب ان کی حالت سُنو! تاریخ کی کتابوں میں ان کی زندگی کے حالات اس طرح لکھے ہوئے ہیں - کہ حضرت سلمانؓ فارسی ملک فارس کے باشندے تھے ان کے گاؤں کا نام رام ہرمز ہے - آپ کے باپ کا نام خشان تھا - جو بہت بڑے مالدار اور زمیندار تھے - وہ آپ سے بہت محبت کرتے اور زمینداری کا تمام کام انہیں کے سپرد کر دیا تھا - یہ شروع میں مجوسی المذہب تھے - آگ کی پوجا فطرتاً آپ کو ناگوار اور مکروہ معلوم ہوتی تھی - ہر وقت حق کی تلاش میں سرگرداں پھرتے تھے اور سچے دین کی جستجو میں لگے رہتے تھے اتفاق کی بات ہے کہ ایک مرتبہ جب وہ اپنے کھیت کی طرف جا رہے تھے راستہ میں ایک گرجا گھر سے انجیل پڑھنے کی آواز ان کے کانوں میں آئی - آپ نے قریب جاکر بغور سُنا اور اپنے دل میں کہا واقعی یہ بہت شیریں اور سچا کلام ہے - غرض آپ اس سے بہت مانوس ہوئے - اور وہاں آمد و رفت شروع کر دی - اور چونکہ آپ دینِ حق کی تلاش میں رہتے تھے اس لئے نصرانی ہو گئے - اکثر وقت خدا کی عبادت اور انجیل کے سُننے میں صرف کرنے لگے - اور بے وقت گھر پہنچنے پر باپ کو فکر ہُوئی کہ آخر یہ اتنی اتنی دیر تک کہاں رہتا ہے - چنانچہ اس نے اس کا پتہ لگایا تو معلوم ہُوا کہ سلمانؓ نے اپنا اصلی مذہب تبدیل کرلیا ہے - ایک روز حضرت سلمانؓ جب شام کو دیر سے گھر پہنچے تو آپ کے باپ نے آپ کو بہت ڈانٹا ڈپٹا اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مقید کر دیا - ایک روز حضرت سلمانؓ نے موقع پاکر بیڑیاں توڑ دیں اور وہاں سے چل دیئے - اتفاقاً اسی روز ایک قافلہ ملک شام جا رہا تھا - آپ اسی قافلہ کے ساتھ ہو لئے - ملکِ شام میں پہنچ کر ایک نصرانی عالم کی خدمت میں رہنے لگے - جب وہ عالم قریب الموت ہوئے تو اُنہوں نے آپ کو وصیت کی کہ شہر موصل کے گرجا میں جو پادری رہتا ہے، اس کی صحبت میں جاکر فیضیاب ہونا - چنانچہ اس کے کہنے کے مطابق آپ موصل پہنچے - اور اس کی صحبت سے فائدہ حاصل کرنے لگے - جب اس کا بھی انتقال ہوگیا تو شہر نصیبین کے پادری کی خدمت میں رہے - جب اس نے بھی ملک عدم کی راہ لی - تو آپ شہر عمّوریہ کے ایک عالم اسقف کے پاس گئے - اور اس کی خدمت میں رہنے لگے - جب اس کے بھی مرنے کا وقت قریب آگیا تو آپ نے اس عالم سے بحسرت دریافت فرمایا کہ اب بتلائیے مَیں کہاں جاؤں اور کس کے پاس زندگی گزاروں؟ اسقف نے جواب دیا کہ اے طالبِ حق بندے میری نظر میں تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کے حوالہ تم کو کر جاؤں - ہاں تمہارے لئے بہتر ہے - کہ تم ملک عرب میں چلے جاؤ اور نبی آخرالزماںؐ کے منتظر رہو - وہ بہت جلد آئیں گے اب ان کے آنے کا وقت قریب ہے - وہ ملت ابراہیمی کو روشن کریں گے - چنانچہ آپ اسقف کے کہنے کے مطابق اس کے انتقال کرنے کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ جو ملکِ عرب میں جا رہا تھا چل پڑے - مگر قافلہ والوں نے آپ کو تن تنہا اور بیکس پاکر خیانت سے کام لیا اور اپنا غلام بنا لیا - اس طرح آپ یکے بعد دیگرے بہت لوگوں کے ہاتھ فروخت ہوئے - اور آخر میں ایک یہودی شخص نے وادیِ قریٰ میں جس کا نام عثمان اسہل تھا آپ کو خرید لیا - چونکہ آپ بہت علما کی صحبت میں رہ چکے تھے - اس وجہ سے بہت کچھ علم آپ نے حاصل کرلیا تھا - اسی ضمن میں آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ نبیِ آخرالزماںؐ کی جائے ہجرت یثرب ہے اس لئے آپ نے وہاں پہنچ جانے کو غنیمت سمجھا - چنانچہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے - اور جگہ جگہ اس کا چرچا ہوگیا - تو ایک روز عثمان اسہل نے آپ سے کہا کہ دیکھو خزرج کتنی بیوقوف اور نادان ہیں کہ ایک لڑکے کو نبی آخرالزماںؐ مانتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں - عثمان کی یہ بات سُنکر سلمان رضی اللہ عنہ اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے - اور چونکہ حضرت سلمانؓ نے علمائے یہود سے نبی آخرالزماں کی "تین علامتیں سُنی تھیں کہ وہ صدقہ کی چیزوں کو نہیں لیں گے - اور ہدیہ قبول کرلینگے اور پشت مبارک پر مہرِ نبوّت ہوگی - اس لئے اُنہوں نے کوئی چیز بصورتِ صدقہ پیش کی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا - اور فرمایا کہ مجھ پر صدقہ کی چیز حرام ہے - پھر دوسرے دن حضرت سلمانؓ نے کوئی چیز ہدیتاً پیش کی تو آپؐ نے قبول فرما لی - پھر حضرت سلمانؓ نے پشتِ مبارک پر مہرِ نبوّت کو بھی دیکھا - اس لئے فوراً کلمہ پڑھا - اور مشرف باسلام ہوئے -

چونکہ آپ عثمان اسہل یہودی کے غلام تھے - اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمانؓ تم آزادی کی فکر کرو - چنانچہ آپ کے کہنے کے مطابق حضرت سلمانؓ عثمان کے پاس آئے - اس سے آزادی کی درخواست کی - عثمان اسہل نے ان کی اس درخواست کو چالیس اوقیہ سونا پر (جو یہاں کے تول سے سوا سیر سے کچھ اوپر ہوتا ہے) منظور کیا اور یہ شرط بھی لگا دی کہ تین سو کھجور کے درخت لگا دیں - جب وہ پھل دار ہو جائیں تب آزاد ہو جائیں حضرت سلمانؓ میں بھلا کہاں اتنی طاقت تھی کہ اتنی زیادہ رقم ادا کریں - مگر خُدا کو یہ منظور نہ تھا کہ رسول کا غلام ایک یہودی کا غلام بنا رہے - چنانچہ حضرت سلمانؓ نے جس سال تین سو درخت لگائے

(باقی صفحہ ۹ پر)

بُری صُحبت ایک سمِ قاتل ہے

(از قاضی عبد الحفیظ صاحب مبارک پوری ٹیچر کالونی مڈل سکول رحیم یار خان)

ہمیشہ بدوں کے بچو میل سے
نہ تم اپنا دامن بھرو تیل سے
بُروں کی ہیں ساری ہی باتیں بُری
اگر دن بُرے ہیں تو راتیں بُری

آج ہم ایک پُر فتن دور سے گزر رہے ہیں۔ ہمارا معاشرہ بالکل برباد ہو چکا ہے تمام اطراف و اکناف میں بُری صحبت کا جال بچھا ہُوا ہے۔ جس کے اثرات ہم غیر ارادی طور پر قبول کرتے جا رہے ہیں۔

فی الحقیقت انسانی پیدائش اور سلسلہ تمدن کے اصول ہی ایسے ہیں کہ انسان جس حلقہ میں رہتا ہے اس کا پرتو خود بخود اُس پر پڑتا رہتا ہے۔ اور وہ اُسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص کا کیریکٹر، چال چلن معلوم کرنا مطلوب ہو، تو اُس کے متعلق یہ دیکھا جائے کہ وہ کس سوسائٹی میں رہتا ہے۔ اور کن لوگوں میں بیٹھتا ہے۔ گویا کسی کے چال چلن معلوم کرنے کا بہترین اور واحد طریقہ اُس کی اختیار کردہ صحبت معلوم کرنا ہے۔ صحبت کا اثر ضرور پڑتا ہے یہ ممکن نہیں کہ کسی گروہ میں ہم رہتے ہوئے اس کے اثرات قبول نہ کریں۔ اور ان کی چال ڈھال اور خصائل و شمائل کو اپنا لینے سے گریز کریں۔ کیونکہ انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ چپ چاپ دوسرے کی خصلت اور اخلاق و عادات سے حصّہ لے لیتی ہے۔ اور انسان جس سوسائٹی میں آمد و رفت رکھتا ہو تو ضرور نہ معلوم طریقہ سے اس سوسائٹی کے ممبران کی عادات و اطوار کا اثر اس میں آجاتا ہے۔ یہ مسلم الثبوت امر ہے کہ جس قسم کی صحبت ہوگی ویسے ہی اثرات برآمد ہونگے۔ اس لئے انسان کو اپنے دنیوی اور دینی فوائد کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی سوسائٹی میں داخل ہوتے وقت اصالتاً اُس کے ہر پہلو کو تا بمقدور جانچ تول لے۔ اور جہاں تک ممکن ہو نیکوں اور پرہیزگاروں کی صحبت کو نعمت عظمےٰ جانے۔ کیونکہ ؎

رذیلوں کی صحبت سے پہنچے گزند
بلندوں کی الفت کرے سربلند

جس قدر بزرگانِ دین اور رہنمایانِ قوم ہوئے ہیں۔ وہ ہمیشہ بُری سوسائٹی سے احتراز کرنے اور صحبتِ نیک میں رہنے کی مواعظ حسنہ فرماتے رہے ہیں۔ بقول خواجہ دل محمد صاحب ؎

جو سمجھو ضروری بُرے کا علاج
بُرے سے ہے دُوری بُرے کا علاج

انسان میں نقل کرنے اور تقلید کرنے کا قدرتی مادہ ہوتا ہے وہ جیسا لوگوں کو دیکھتا ہے اُسی طرح کرنے لگ جاتا ہے۔ چھوٹے بچّوں کو دیکھو۔ انہیں بیکار اور نچلا بیٹھنا محال نظر آتا ہے۔ وہ جس طرح ماں باپ کو کام کرتے دیکھتے ہیں اسی طرح کرنے لگ جاتے ہیں۔ ماں اگر نماز پڑھتی ہے تو بچے بھی نقل کرتے ہوئے نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اگر ماں گالی گلوچ دیتی ہے تو بچّے گالیاں دینے کے عادی بنجاتے ہیں۔ والدہ کا یہ اہم فریضہ ہے کہ وہ بچّے کے میلان کو بچپن ہی میں نیک کاموں کی طرف لگائے اور انہیں صدقِ مقال اور صالح افعال کا حامل بنائے۔ بچّے کی پیدائش کے بعد ہر حالت اور ہر پہلو میں اچھی باتوں کی پابندی لازمی ہے۔ بچّہ ایک نازک لکڑی کی مانند ہے۔ اُسے جس طرح موڑنا چاہیں اور جس طرف راغب کرنا چاہیں کیا جا سکتا ہے۔ بچّہ کا مزاج اور دل ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ جو نقوش شروع میں اُس پر ڈال دیئے جائیں وہ تادمِ مرگ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ گویا بچپن میں بچّے کے لئے یہ نقوش کالنجر ہوتے ہیں۔ اور انہی پر اس کی ترقی یا تنزل کا مدار ہے۔ انگریزی کی مشہور و معروف ضرب المثل ہے 1st IMPRESSION IS THE LAST IMPRESSION یعنی پہلا اثر آخری اثر بن جاتا ہے۔

فارسی کی ضرب المثل ہے
گربہ کُشتن روزِ اوّل

اردو کی مشہور و معروف مثل ہے
کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا۔

جس سے صاف ثابت ہے کہ بُری صحبت کا بُرا اثر ضروری ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم بُری صحبت میں جائیں اور اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ ع

ہو بدنام انساں رذیلوں کے ساتھ

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اگر آپ آگ کے قریب بیٹھیں گے تو جل جائیں گے مٹی کے تیل کے پاس بیٹھیں گے تو کپڑے خراب اور بدبودار ہو جائیں گے کسی عطار کی صحبت میں جائیں گے تو آپ معطّر ہو جائیں گے۔ ہم پہ ہر چیز کا اثر ضرور پڑے گا۔ نیکی کی نسبت بدی کا اثر انسان پر بہت جلد ہُوا کرتا ہے۔ کیونکہ قدرتاً جس کام سے کسی شخص کو منع کیا جائے وہ اس کے کرنے پر زیادہ حریص اور طامع ہوتا ہے۔ اگرچہ بُرے کاموں سے انسان محظوظ ہوتا ہے لیکن درحقیقت عارضی حظ اور سرور ہوتا ہے۔ مگر انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔

پایانِ کار انسان مارے خجالت کے مُنہ نہیں دکھا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان پہلے ہی بُرے کام سے دُور رہے۔ اور بھول کر بھی اس طرف رُخ نہ کرے۔ انسان اپنے اعلیٰ اوصاف اور اخلاقِ محمودہ سے انسان کہلاتا ہے جس انسان میں اخلاق ذمیمہ ہوں۔ اور وہ بُرے افعال کا خوگر ہو۔ تو وہ بہائم سے بھی بدتر ہے۔ بچپن میں اختیار کردہ عاداتِ جوانی اور عالمِ شباب میں کیریکٹر بن جاتی ہے۔ اس قسم کے بے شمار نظائر ہیں۔

ایک لڑکا بُری سوسائٹی میں آکر آوارہ اور اوباش بن گیا۔ باپ نے بارہا اُسے بُری صحبت کو ترک کرنے کی نصائح کیں مگر اُس پر جوں تک نہ رینگی۔ باپ تنگ آگیا۔ آخر کار اُسے ایک تدبیر سوجھی باپ نے بیٹے کو ایک روپیہ دے کر کہا کہ جاؤ! بازار سے آم خرید لاؤ۔ بیٹا بازار سے اچھے آم خرید لایا۔ باپ نے کہا کچھ آم کھا لو اور بقیہ آم ٹوکری میں رکھ دو۔ بیٹے نے وہ آم ٹوکری میں رکھ دیئے۔ باپ نے اُن اچھے آموں کے ساتھ ایک گلا سڑا آم

بھی رکھ دیا۔ صبح کو وہ تمام آم خراب اور سڑے ہوئے پائے گئے۔ بیٹا سخت حیران ہُوا۔ باپ نے کہا حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ جس طرح ایک گلے سڑے آم نے سب اچھے آموں نے خراب کر دیا۔ بعینہ اسی طرح ایک نیک شخص بُری صحبت میں آکر بدکار اور بدچلن ہو جاتا ہے اس نصیحت آموز واقعہ سے وہ لڑکا متاثر ہوکر نیک صحبت میں چلا گیا۔ اور بُری صحبت کو ترک کر دیا۔ ہم بھی اگر آج سے بُری سوسائٹی کو ترک کرکے اپنے مستقبل کو سنوارنے کے لئے نیک صحبت اختیار کرلیں۔ تو ہماری زندگی سنور جائیگی جس بچّہ کو ہمیشہ سچ بولنے اور نیک کام کرنے کی تربیت دی گئی ہو۔ وہ جوان ہوکر بھی راست گفتار اور شریف النفس ثابت ہوگا۔ اگر بچپن میں خراب اور غلیظ عادات پڑ جائیں تو پھر ان کو یکلخت ترک کرنا کٹھن اور دوبھر ہو جاتا ہے۔ ہماری زندگی میں سب سے اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ ہمارا چال چلن اچھا ہو۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم (۱) اس عالم ناسُو میں ہمیشہ نیک صحبت کے متلاشی رہیں (۲) بُرے لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کریں ؎

بدی سے بچے گا جو ہے ہوشمند
کہ نیکوں کو آتی ہے نیکی پسند

بُرے لوگوں کی صحبت سے تنہا بیٹھنا زیادہ افضل ہے۔ انگریزی کی مشہور و معروف ضرب المثل ہے Better alone in a bad Company یعنی بُری صحبت سے اکیلا بیٹھنا بہتر ہے جو آوارہ گردوں، غنڈوں اور متکبروں کی صحبت اختیار کرتے ہیں وہ خود سرگشت بے سرو پا گفتگو کرنے لگ جاتے ہیں۔ بُرے لوگوں کی سوسائٹی ہمیں بدخلق بنا دے گی اور اس طرح ہماری غیرت و حمیت جاتی رہیگی لوگ ہم سے متنفر اور بدظن ہو جائینگے۔ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے ہمیں نیکی کی توفیق نصیب ہوگی۔

الغرض نیک لوگوں کی صحبت میں اخلاقِ حسنہ حاصل ہوتے ہیں۔ نیز انسان صادق القول، صفائی پسند اور صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس بدوں کی صحبت سے اخلاقِ ذمیمہ حاصل ہوتے ہیں ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(از خادمۃ الاسلام صاحبہ (بھٹی))

سحر دم رحمتِ حق کا یہ مستانہ پیام آیا
مُبارک اہلِ ایماں کو کہ وہ خیرالانامؐ آیا

خُدائی جس کے جلووں سے ہمیشہ جگمگاتی گی
شبستانِ حرا کا آج وُہ ماہِ تمام آیا

زمین و آسماں بھی جس کے در پہ سر جُھکائینگے
ہیں چرچے قدسیوں میں آج وُہ عالی مقام آیا

جبینِ بندگی بے تاب ہے سجدے لُٹانے کو
الٰہی تیرے بندوں کی زباں پر کس کا نام آیا

مرے دل میں ہزاروں طورِ سینا جگمگا اُٹھے
کچھ اس انداز سے دل میں ترا شوق تمام آیا

بشر تھا اس طرح وہ کہ جسے خیرالبشر کہئے
غریبوں کی خبر لی اُس نے بیماروں کے کام آیا

زباں چُپ ہوگئی جو دل نے چھیڑا تذکرہ ان کا
دلوں کو وجد آیا جب زباں پر اُن کا نام آیا

مزا جب ہے کہ جائیں خلد میں ہم اس طرح خادم
کہیں حوریں محمّدؐ کا وُہ مستانہ غلام آیا

یہی ہے آرزو دل کی اُنھیں کا ہو رہے خادم
بنے فردوس میں ان کا پڑوسی اور ہو خادم

باقیاتُ الصّالحات

(از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب (لودھیانوی) بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

۱- (اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ۝) پ۱۵ ع

ترجمہ - مال اور بیٹے دُنیا کی زندگانی کی رونق ہیں اور باقی رہنے والی نیکیوں کا تیرے رب کے یہاں بہتر بدلہ ہے- اور بہتر ہے توقع-

یعنی مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے- صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں- جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو-

حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ - ان کلمات کو باقیات صالحات فرمایا گیا ہے- یہ محض مثال کے طور پر ہے ورنہ تمامی اعمال حسنہ اس میں داخل ہیں- رہنے والی نیکیاں یہ ہیں کہ علم سیکھا جائے- جو جاری رہے- یا کوئی نیک رسم چلا جائے- یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے- یا اولاد کو تربیت کرکے چھوڑ جائے- اسی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے- دُنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی اُمیدیں باندھنا عقلمندی نہیں-

مال و اولاد غرور کا سرمایہ ہیں- کیونکہ یہ چیزیں صرف حیاتِ دُنیا کی آرائش ہیں- ان کا قیام اسی قدر ہے کہ جس قدر باغ میں پھول کی بہار- برخلاف اس کے اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ اللہ تعالےٰ کا سرمایہ ہیں- یہی چیزیں اس کے ساتھ قبر میں جاتی ہیں- جو اُس عالم باقی میں اس کی فرحتِ دائمی کا سامان ہو جاتی ہیں کلمہ تمجید یا معرفت و استغراق ہو یا کوئی اور نیکی ہو صدقہ و خیرات دین کی خدمت وغیرہ ان کا اثر قیامت کے دن ہوگا- باقیاتُ الصالحات وہاں کی زینت ہوگی- مال اولاد تو دُنیا کی زندگی سے بھی زیادہ سریع الزوال ہے- اعمال صالحہ پر جو امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہونگی- بخلاف متاعِ دُنیا کے کہ اُس سے خود دُنیا ہی میں امیدیں پُوری نہیں ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں اس لئے دُنیا سے دلچسپی یا اس پر فخر کرنا نہ چاہیئے- بلکہ آخرت کا اہتمام کرنا چاہیئے-

۲- (وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ مَّرَدًّا ۝) پ۱۶ ع۸

ترجمہ - اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے یہاں بہتر بدلہ رکھتی ہیں اور بہتر پھر جانے کی جگہ-

یعنی دُنیا کی رونق رب کے ہاں کام کی نہیں- نیکیاں سب رہیں گی اور دُنیا نہ رہے گی- آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ہوگا-

وجاہت اور سامان جس پر کافروں کو ناز ہے کچھ بھی نہیں، چند روزہ ہے ہاں نیک اعمال ہی تادیر رہتے ہیں- اور خدا کے پاس جزا اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں- نیکوں کو آخرت میں نیک بدلہ، عمدہ مرتبہ اور بہتر مکان ملے گا- جو ہمیشہ رہے گا- ان اعمال کا انجام ابدیت ہے- ان نعمتوں کی- پس کیفیت اور کمیت کی رُو سے مسلمانوں کی آخری حالت بہتر ہوگی- اور اخیر کا ہی اعتبار ہے-

احادیث

حضرت انسؓ کا بیان ہے- رسولِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا- مومن کی نیکیاں برباد نہیں جاتیں اس کو دُنیا میں بھی ان کا معاوضہ عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے واسطے رکھا جائے گا- اور کافر اگر کوئی عمل دُنیا میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے واسطے کرتا ہے تو اُس کا پورا بدلہ اُس کو دُنیا ہی میں عطا کیا جاتا ہے- آخرت میں اُس کی نیکی باقی نہیں رہے گی جس کا اُس کو عوض دیا جائے-

حضرت انسؓ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- میّت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں (۱) اہل (۲) مال (۳) عمل - اہل و مال واپس لوٹ آتے ہیں اور اُس کے ہمراہ عمل رہتے ہیں-

۳ (اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ ط) پ۲۲ ع۱۴

ترجمہ - اُس کی طرف چڑھتا ہے کلام سُتھرا- اور کام نیک اُس کو اُٹھا لیتا ہے-

سُتھرا کلام ہے ذکر اللہ، دُعا، تلاوتِ قرآن، علم و نصیحت کی باتیں، یہ سب چیزیں بارگاہِ رب العزّت کی طرف چڑھتی ہیں- اور قبول و اعتنا کی عزّت حاصل کرتی ہیں- سُتھرے کلام (ذکر اللہ وغیرہ) کا ذاتی اقتضاء ہے اُوپر چڑھنا- اس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ اُبھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں اچھے کلام کو بدوں اچھے کام کے پوری شانِ رفعت حاصل نہیں ہوتی- بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ سُتھرا کلام اچھے کام کو اُونچا اور بلند کرتا ہے- یہ بھی درست ہے- اور بعض نے یہ کہا ہے- اللہ عمل صالحہ کو بلند کرتا- اور معراج قبول پر پہنچاتا ہے-

بہرحال غرض یہ ہے کہ بھلے کام اور اچھے کلام دونوں عُلوِّ رفعت کو چاہتے ہیں- لہٰذا جو شخص اللہ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے- حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں- یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں- جب اپنی حد کو پہنچیں گے تب بدی پر پُورا غلبہ حاصل کرینگے کفر دفع ہوگا- اسلام کو عزّت ہوگی- مکاروں کے سب داؤ گھات باطل اور بیکار ہو کر رہ جائیں گے-

کوئی دینی تقریر، مقالہ، رسالہ یا کتاب جو صحیح اور مستند عقائد پر مشتمل ہو لکھ کر چھوڑ جانا اور اس کی اشاعت کرنا بھی باقیاتُ الصّالحات میں شمار ہوگا اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ - کسی کو نیک بات بتلانا خود عمل کرنے کی مانند ہوتا ہے-

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا- مومن کے مرنے کے بعد جو عمل اُس کو فائدہ دیتے ہیں وہ یہ ہیں (۱) علم جو اس نے حاصل کرکے اُس کی اشاعت کی ہے- اور اُس کو دُنیا میں پھیلایا ہے (۲) اولاد صالح

باقی صفحہ ۱۸ پر

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

از محترمہ بلقیس اختر صاحبہ ملتان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حیا بھی ایمان کے حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں (سورہ نور رکوع ۴ پارہ ۱۸)

دوسری جگہ اللہ تعالےٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔

(یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ سورہ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲

اے نبیؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو۔ کہ اپنے مونہوں پر نقاب ڈالا کریں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں۔ پھر نہ ستائی جائیں۔ اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

یہ آیت شریفہ اللہ تعالےٰ نے اُس وقت اُتاری جبکہ مسلمانوں کی عورتیں پانی کے لئے یا رفع حاجت کے لئے اپنی چادریں وغیرہ اوڑھ کر جاتیں۔ تو کافر ان کو چھیڑتے۔ جب پکڑے جاتے۔ تو کہتے کہ ہم نے یہ نہیں جانا تھا۔ کہ یہ شریف عورت ہے۔

اسلام سے پہلے عورت کو ذلیل اور جانوروں سے بدتر تصوّر کیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو وہ مقام عطا کیا کہ جو آج تک کسی قوم یا کسی مذہب نے اسے نہیں دیا تھا۔ اُسے مناسب حقوق دیئے گئے۔ جہاں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے گئے وہاں عورت پر چند شرعی پابندیاں بھی عائد کر دی گئیں عورت کو گھر سے نکلنا منع فرمایا گیا۔ اور اس کے لئے صرف چار دیواری مخصوص کر دی گئی۔ کیونکہ عورت فطرتاً ناقص العقل اور کمزور ہے۔ اور اسی لئے عورتوں کے لئے پردہ ضروری قرار دیا گیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہؓ نبی کریمؐ کے پاس تشریف فرما تھیں کہ اچانک ابن مکتومؓ داخل ہوئے۔ آپؐ نے دونوں بیبیوں سے فرمایا۔ کہ تم دونوں اس سے پردہ کرو۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ اندھا نہیں ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم دونوں اندھی ہو۔ کیا تم دونوں اُس کو نہیں دیکھتیں۔

آپؐ نے یہاں پردہ کے متعلق کتنی سختی کے ساتھ ارشاد فرمایا۔ اور قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے جن سے کہ نکاح جائز ہو پردہ کو ضروری قرار دیا۔ مثلاً چچا زاد۔ ماموں زاد۔ خالہ اور پھوپھی زاد بھائی۔ اوراسیطرح جن سے کہ نکاح جائز ہو پردہ کو ضروری قرار دیا۔

لیکن ہماری مسلمان بہنیں کب خدا اور رسولؐ کے حکم کو سُنتی ہیں۔ وُہ تو الگ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا چاہتی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان والیاں خوشبو اور عطر لگا کر اور بجا زیور پہن کر باہر نہ نکلا کریں جس سے مردوں کے دل میں ہیجان برپا ہو۔

لیکن یہ ہماری قوم کی بدقسمتی ہے کہ یہ ملک جس کو کہ مسلمانوں نے صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے نام پر حاصل کیا تھا اُس میں آج اتنی بے حیائی اور بے شرمی منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ جس میں ہماری مسلمان بہنیں خاص طور پر پیش پیش ہیں۔ وہ بھی آخر عورتیں ہی تھیں۔ جنہوں نے خیموں کی چوبوں سے دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔

مسلمان خواتین نے خُدا اور رسولؐ کے حکم پر چلنے اور چار دیواری میں رہنے کی بجائے برقعہ کو بھی اُتار پھینکا۔ افسوس کہ آج ہماری قوم کی حالت اتنی بگڑ چکی ہے کہ ہمارے مردوں کی آنکھوں پر بھی مغربیت کی اندھی تقلید نے پٹی باندھ رکھی ہے۔ اور وہ دُنیا کی دلفریبیوں میں اس قدر گم ہیں۔ کہ اسلام کو بُھلا بیٹھے ہیں۔ عورتوں کی بے پردگی کو دیکھ کر اکبؔر مرحوم کہہ گئے ہیں ؎

بے پردہ کل جو نظر آئیں چند بیبیاں
اکبؔر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھ جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

دیکھئے کتنے افسوس کی بات ہے۔ یہاں وہ کہتی ہیں کہ ہمارا اس میں کوئی قصور نہیں۔ قصور تو ہمارے مردوں کا ہے۔ جنہوں نے ہمیں آزادی دے رکھی ہے۔ ہمارے بھائیوں کو بھی اس بات سے شرم آنی چاہیئے جنہوں نے مسلمان بہنوں کو شیطان کی راہ پر ڈال رکھا ہے۔ بڑے شرم کا مقام ہے کہ ہماری بہنیں جب بن سنور کر باہر نکلتی ہیں۔ تو ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہم خدا و رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کر رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری مسلمان بہنوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ اُنہوں نے مردوں کے دلوں میں طوفان برپا کرنے کے لئے نئے نئے فیشن اپنانے شروع کئے۔ مثلاً انگریزوں کی اندھی تقلید میں ہماری مسلمان بہنوں نے بال کٹوانے شروع کر دیئے ہیں۔ عورتوں کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھنا چاہیئے۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اس انگریز کی جھوٹی دلفریبیوں نے ہماری کالجی اور سکولی بہنوں کو اس قدر اسلام سے دُور کر دیا ہے۔ کہ ان کو اس وقت کسی رہبر اور ہادی کی سخت ضرورت ہے۔ ہماری کالجی بہنوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ کیونکہ اُن کی تربیت ہی ایسے ماحول میں ہوئی ہے کہ جس میں اسلام کی تربیت دینے کی بجائے گانے اور ناچ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بچہ ابھی بولنے بھی نہیں لگتا۔ جس وقت اُس کے کان گانے کی آواز سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ اسی تربیت کی وجہ سے ہماری قوم کی بہنیں بُرائی کے گڑھے میں گرتی جا رہی ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی عصمتوں کی حفاظت کرتیں، نہ صرف وہ اپنے لئے دوزخ کو سجا رہی ہیں بلکہ مردوں کو بھی اس میں اپنے ساتھ دھکیل

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

غفلت سے بچئے

از جناب محمد حکم الدین مہاجر دھتکی چک ۵ ضلع شیخوپورہ

برادران اسلام آپ نے عام طور پر دیکھا دیکھا ہوگا کہ ہمارے ملک پاکستان میں قرآن مجید کا صرف اُردو ترجمہ (یعنی عربی عبارت کے بغیر) کس کثرت سے شائع ہو رہا ہے۔ اور ہم کس کثرت سے پڑھ رہے ہیں لیکن ہم نے آج تک اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں دی کہ اس طرح کا صرف اردو ترجمہ پڑھنا یا خریدنا یا اشاعت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ آؤ ذرا ہم اپنے علماء سے تو دریافت کر لیں کہ اس مسئلہ کی بابت وہ کیا فرماتے ہیں۔ اس لیئے میں آپ کے سامنے حضرت حکیم الامت مولینا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوےٰ تحریر کرتا ہوں۔ اور میں تمام صاحبان سے عرض کرتا ہوں کہ جو اس فتوےٰ کو پڑھے یا سُنے وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں تک اس فتویٰ کو پہنچا دے۔ امداد الفتاویٰ جلد چہارم صہ ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲۔

سوال۔ ایک مولوی صاحب نے ایک کتاب دکھلائی جس میں محض ترجمہ تھا کلام مجید یعنی عربی عبارت کہیں بھی نہ تھی۔ بلکہ انجیل کے ترجمہ وغیرہ کے مانند ایک گورکھپور کے کپل نے مختلف تراجم قرآن سے اخذ کرکے لکھا ہے اس پر مولوی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں جناب والا کو لکھوں کہ اس مترجم پر جناب والا تکفیر کا فتوےٰ لگائیں۔ میں نے عرض کیا کہ تکفیر کا فتوےٰ لگانا تو کسی مسلمان پر تاوقتیکہ کوئی امر صریح مکفر نہ پایا جائے۔ مناسب نہیں ہاں اس امر مذموم سے روکنا ضرور ہے۔ سو جناب والا سے گزارش ہے۔ کہ اس امر کے متعلق کچھ ارشاد تحریر فرماویں؟

الجواب۔ نصوص صحیحہ صریحہ سے تشبہ باہل الباطل خصوص غیر مسلم پھر خصوص اہل کتاب کی مذمت اور اس کا محل وعید ہونا ثابت ہے۔ من تشبہ بقوم فہو منہم میں وعید کا شدید ہونا ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کرنے کو کفار میں سے شمار ہونے کا موجب فرمایا گیا ہے۔ دوسری حدیث لتتبعن سنن من کان قبلکم الحدیث میں اس مماثلت کو موقع تشنیع میں ارشاد فرمایا گیا۔ اور یہ بالکل یقینی ہے کہ اس وقت کتاب الٰہی کا ترجمہ غیر حامل المتن جداگانہ شائع کرنا اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے۔ ایسے امر میں جو عرفاً و عادۃً اُن کے خصائص میں سے ہے۔ سو اول تو ان کے ساتھ تشبہ ہی مذموم ہے۔ پھر خصوص جب وہ تشبہ امر متعلق بالدین میں سے ہو کہ تشبہ فی الامر الدنیاوی سے تشبہ فی الامر الدین اشد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے گوشت شتر چھوڑنے پر آیت یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان کا نازل ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبتل اور ترہب کا انکار فرمانا اس کی کافی دلیل ہے۔ مشکوٰۃ کتاب النکاح و کتاب الاعتصام لا تشددوا علی انفسکم الحدیث اور اس میں بھی خاص کر جبکہ ان کو دیکھ کر اُن کی تقلید کی جاوے کہ اتفاقی تشبہ سے یہ اور بھی زیادہ مذموم ہے اور اس وقت اکثر لوگ ایسے کام انہی لوگوں سے اخذ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الانواط کی درخواست پر کیسا زجر فرمایا تھا۔

یہ تشبہ مذکور خصوص قیدین مذکورین کے ساتھ تو اس میں مفسدہ حالیہ ہے اور یہ بھی اس کے منع کے لیئے کافی ہے۔ چہ جائیکہ اس میں اور مفاسد مآلیہ شدیدہ بھی متحقق ہیں۔ مثلاً خدا نخواستہ اگر یہ طریق مروّج ہو گیا تو مثل توراۃ و انجیل احتمال قوی اصل قرآن مجید کے ضائع ہو جانے کا ہے اور حفاظت اصل قرآن مجید کی فرض اور اس کا اخلال حرام ہے اور ترجمہ و تفسیر کا اصل سے مجرد نہ ہونا مقدمہ اور سبب ہے حفاظت کا اور اصل سے مجرد ہونا مقدمہ اور سبب ہے اخلال کا اور فرض کا مقدمہ فرض اور حرام کا مقدمہ حرام ہے اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ احتمال بعید ہے۔ محققان دین و مبصران اسلام سے ایسے احتمالات کا اعتبار ثابت ہے۔ پھر خواہ بعید ہو یا قریب ہم پر بھی واجب ہے کہ اس کا لحاظ کریں۔ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بعض قراء کی شہادت کے وقت بعد سرسری ملاحظہ کے بعض ضیاع قرآن کے اعتبار کا اعتبار کرکے قرآن مجید کے جمع کا اہتمام ضروری قرار دیا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید اس وقت بھی متواتر تھا۔ اور اس کے ناقل اس کثرت سے موجود تھے کہ اس کے تواتر کا انقطاع احتمال بعید تھا۔ لیکن پھر بھی اس کا لحاظ کیا گیا۔ پس جس طرح اس وقت عدم کتابت میں احتمال ضیاع کا تھا۔ اسی طرح صرف ترجمہ کی کتابت میں اس کا احتمال ہے۔ اور اس کے احتمال کے وقوع کا وہی نتیجہ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اَتُهَوَّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى۔ مشکوٰۃ صہ ۳۲ اور مثلاً یہ مفسدہ ہوگا۔ کہ حسب تصریح فقہا اس ترجمہ کو بلا وضو مس کرنا جائز نہ ہوگا۔ کما فی عالمگیریۃ۔ لو کان القرآن مکتوبا بالفارسیۃ یکرہ لهم مسه عند ابی حنیفۃ وکذا عندهما علی الصحیح هکذا فی الخلاصۃ (ج ۱ ص ۳۲) ایضاً اذا قرا ایۃ السجدۃ بالفارسیۃ الخ فعلم منه ان الترجمۃ بالفارسیۃ لا تخرج القرآن عن کونه قرآنا حکما فلا یجوز مسه المحدث۔ اور یقینی بات ہے کہ عامہ اس ترجمہ کو ایک کتاب خالی از قرآن سمجھ کر ہرگز اس کے مس کیلئے وضو کا انتظام نہ کریں گے۔ تو ایسا ترجمہ شائع کرنا سبب ہوگا۔ ایک غیر مشروع کا اور سبب غیر مشروع کا غیر مشروع ہے۔ اور مثلاً اس کا احترام بھی زیادہ نہ کریں گے اور غیر قابل انتفاع ہو جانے کے وقت مثل معمولی کتب کے اوراق کے اس کے اوراق کا استعمال بھی کریں گے۔ تو اس سے یہ بھی ایک محذور لازم آئے گا۔ اور محذور کا سبب لا محالہ محذور و محظور ہے اور مثلاً آج تک اُمت میں کسی نے ایسا نہیں کیا اور جو کسی نے کیا تو اس پر انکار کیا گیا۔ چنانچہ میں نے محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب مرحوم مالک مطبع نظامی سے سُنا ہے کہ کسی نے لکھنؤ میں ایسا ہی ایک پارہ چھاپا تھا مگر علماء نے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی تو اس شخص نے اس کے اوراق کو قرآن مجید دفینوں میں چسپاں کرا کر پوشیدہ کر دیا۔ اور چنانچہ اس وقت بھی ایسے ترجمے غیر حامل متن پر علما کو انکار ہے۔ چنانچہ اس جواب لکھنے کے قبل ایک مجمع علماء سے میں نے ذکر کیا تو ایک نے بھی اس میں نرمی نہیں فرمائی۔ بلکہ سب نے شدید انکار کیا۔ باوجودیکہ دوسری زبان والے مسلمانوں کو اس قسم کی حاجت بھی واقع ہوئی۔ جس حاجت کی بنا پر اب ایسا کیا گیا ہے۔ تو باوجود اس کے تمام امت کا انکار

کرنا دلیل ہے اجماع کی۔ اس امر کے مذموم و منکر اتفاقاً و احیاناً واقع ہونے پر جس میں یہ احادیث وارد ہیں ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار واتبعو السواد الاعظم (مشکوٰۃ) اور مثلاً اب تو قرآن مجید سے کچھ علاقہ بھی ہے۔ اگر ترجمہ سے بھی مدد لیتے ہیں تو اصل بھی اُن کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس بہانا سے کچھ پڑھ بھی لیتے ہیں اور پھر تو قرآن مجید سے بالکل ہی بے تعلق اور اجنبی ہو جائینگے اور بے ساختہ یہ آیت اُن پر صادق آنے لگے گی۔ نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون اور مثلاً اگر ترجموں میں کچھ اختلاف ہے۔ تو اصل بھی سامنے ہے اس کو سب نسخوں میں متحد پاتے ہیں تو اختلاف کا خیال اصل تک نہیں پہنچتا۔ اور جب ترجمے ہی ترجمے رہ جاویں گے اور اصل نظروں سے غائب ہوگی تو اس وقت یہ اختلاف کلام اللہ کی طرف منسوب ہوگا۔ بعد چندے یہ گمان ہونے لگیگا کہ اصل حکم ہی مختلف ہے۔ یہ تو اعتقاد پر اثر ہوگا اور عمل پر یہ اثر ہوگا کہ ترجموں کو لے لے کر آپس میں لڑیں گے۔ اور مراجعت الی الاصل کی توفیق ہوگی نہیں، جو مدار ہو سکتا ہے فیصلہ کا۔ پس اس آیت کا مضمون ظاہر ہو جاوے گا۔ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات بغیا بینھم اور مثلاً اب تو ترجمہ کو اصل کتاب نہیں سمجھتے۔ قرآن کا تابع سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں مطلب نہیں سمجھتے ہیں یا غلط سمجھتے ہیں یا فصاحت و بلاغت سے گرا ہوا پاتے ہیں تو فہم کا یا مترجم کا قصور سمجھتے ہیں اور مترجم کو الکن دین کا نہیں جانتے۔ نیز کسی مترجم کو ہمت تحریف معنوی کی بھی نہیں ہو سکتی۔ کہ اصل کے سامنے ہونے سے ہر طالب علم اس پر گرفت کر سکے گا اور ایسا ترجمہ اگر ہوا تو اس کو مستقل کتاب سمجھیں گے۔ کسی کا تابع نہ سمجھیں گے اور تمام آثار مذکورہ کی اضداد واقع ہونگی۔ خصوص مترجمین ہی کا مطبوع مستقل ہو جانا یہ سب سے بڑھ کر آفت ہوگی۔ اور اہل زیغ کو بہت آسانی سے موقع غلط ترجمہ اور تفسیر کا ملے گا کیونکہ ہر دیکھنے والا حافظ نہیں اور مراجعت اصل کی طرف ہر وقت آسان نہیں ہوتی کما قال تعالیٰ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا ۴۴

۴۴ من دون اللہ اور پھر اسی طرح کے اور بھی بہت سے مفاسد ہیں۔ جن کو انشاء اللہ علماء ظاہر کر سکیں گے۔ اسی لئے جا بجا مثلاً لایا گیا ہے۔ اس وقت دس ہی وجوہ پر جس کو عشرہ کاملہ کہا جا سکتا ہے۔ اکتفا کیا جا سکتا ہے۔ مگر کاملہ کا خاتمہ ہونا لازم نہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور فقہاء نے اسی قاعدہ پر یہاں تک تفریع فرمائی ہے کہ جس شخص کو بھیک مانگنا حرام ہے اس کو بھیک دینا بھی حرام ہے۔ کیونکہ دینے والے دیں نہیں تو مانگنے والا مانگنا چھوڑ دے۔ اسی طرح اس ترجمے کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ ایسے ترجمے کو اگر کوئی شخص نہ بقیمت لے اور نہ بلا قیمت تو پھر ایسے تراجم کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور لینے کی صورت میں سلسلہ جاری رہے گا۔ پس ایسے ترجمے کا خریدنا یا ہدیۃً قبول کرنا اعانت ہوگی ایک امر ناجائز کی۔ اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب محمد یوسف صاحب اوّل مدرس، گورنمنٹ پرائمری سکول نکر فطیال ایبٹ آباد)

۱۔ اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ

ترجمہ۔ مسلمان مسلمان کے لئے آئینہ ہے

فائدہ - آئینہ کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ آئینہ دیکھنے والے کو اُس کے عیبوں سے نہایت خاموشی اور متانت سے باخبر کر دیتا ہے۔ لیکن کسی دوسرے پر اُس کے عیبوں کا اظہار نہیں کرتا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے بھی یہی حیثیت رکھتا ہے۔ اور رکھنی چاہیئے۔ نہایت سلیقے سے اس کی خامیوں اور کوتاہیوں سے اُسے باخبر کردے اور اُس کی بُرائیوں کا ڈھنڈورا نہ پیٹتا پھرے

۲۔ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ

ترجمہ۔ جہنم کی آگ سے بچو۔ خواہ کھجور کے ذرا سے ٹکڑے کے برابر یا اس کی بدولت ہی کیوں نہ ہو۔

یعنی دوزخ کی آگ سے ہر صورت بچنا ہی ضروری ہے۔ چاہے وہ کتنی ہی معمولی سی نیکی کے ذریعہ ہی ہو۔

مدعا یہ کہ

ذرا ذرا سی بات میں احتیاط کرنی چاہیئے۔ مثقال بھر غلطی اور گناہ سے بچنا چاہیئے۔ اور کسی حقیر سی نیکی سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

۳۔ اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَیْرِہٖ

ترجمہ۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

یعنی سعادتمند انسان لوگوں سے اور اُن کے حالات و واقعات سے سبق لیتا ہے اور اسے نصیحت مل جاتی ہے۔ اسی طرح دوسروں سے نصیحت حاصل کرنے میں نہ ہچکچانا چاہیئے۔ دوسروں کے حالات سے سبق لے لینا ہی اس کی سعادتمندی کی دلیل ہے۔ اور اس کی خوش بختی کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ

ترجمہ۔ دُنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنّت ہے۔

یعنی مومن اور ایماندار انسان چونکہ مختلف قسم کے احکامات ایمانی اور خداوندی کا پابند رہتا ہے۔ اس لئے اسے دُنیا میں ہر ہر قدم پھونک پھونک کر احتیاط سے اور خداوند تعالےٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو مدّنظر رکھتے ہوئے رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے دُنیا اس کے لئے قید خانہ ہے۔ جہاں وہ اپنی مرضی سے راضی ہو کر نہیں رہتا۔ اس کی جنّت آخرت ہے اور وہ دُنیاوی زندگی کو تلخ گذار دیتا ہے۔

لیکن کافر

احکامات پروردگار سے آزاد ہوکر کھُل کھیلتا ہے۔ اور تمام دُنیاوی لذّتوں سے بلا روک ٹوک لطف اندوز ہوتا ہے اور آخرت کی حقیقی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ اس ارشادِ نبوی سے عقلمند اور ذی شعور انسان پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مومن کی دُنیوی تکالیف کافر کے عیش و آرام سے بہتر ہیں۔ کیونکہ اس کی تکالیف ناپائیدار ہیں۔

حلقۂ احباب

از جناب لال دین صاحب اخگر بی۔ اے۔ بی ٹی گھڑیال کلاں

—:(قسط نمبر ۶):—

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو " خدام الدین" مورخہ ۲۲ر اگست ۱۹۵۸ء)

رُوح کو جسم میں وہی قدر و منزلت حاصل ہے جو صدف میں گوہرِ شاہوار کو ہوتی ہے۔ فصلِ بہار میں ہزار دلربائی سہی۔ لیکن قلب و نظر کے لئے حسین و دل کشا گلہائے رنگا رنگ کی موجودگی جو سرمایۂ جاں بخش پیش کرسکتی ہے۔ اور ان کی بھینی بھینی فردوسی خوشبوئ مشامِ جاں کو جو دولتِ فرحت وکیف سے مالا مال کرسکتی ہے۔ وہ اور چیزوں سے ممکن نہیں۔ طلوعِ آفتاب عالمتاب کے وقت چہرۂ مشرق پر نگاہوں نے جن سیمین اور روپہلی انوار کو افضائے فلک پر پھیلتے دیکھا ہے۔ اس کی مثال مناظرِ قدرت میں کالعدم ہے۔ خار دار شاخ پر دستِ گلچیں میں کانٹے چبھ گئے۔ تو کیا ہُوا یہ تو سراسر پھُولوں کی حسین وجمیل صُورتیں تھیں۔ جن کو دیکھ کر انسانی دل میں کشش پیدا ہوئی۔ اور ہاتھ دیوانہ وار آگے بڑھے متاہلانہ زندگی کی خوشگوار بہاروں سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ گر ثمرِ نو رس (اولاد نرینہ) کی بشارت تمام تر خوشیوں پر سبقت لے جاتی ہے۔ القصہ ستاروں سے آسمانِ دنیا مزیّن ہے۔ تو گل و لالہ سے باغ و راغ کی بہار قائم ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں عالمِ ناسوت کی چند روزہ زینت کا مسئلہ در پیش تھا۔ لیکن ہمیں اب دل کے سرمدی اطمینان کی طرف بھی دھیان دینا مقصود ہے۔ انسانی محفلوں کی زینت جو قلوب کی پرورش کی ضامن ہے اُس کا تعلق اُن نیکو سیرت انسانوں کی صُحبت سے ہے۔ جن کے دل کتاب و سُنت کے نبوی نیرِ اعظم کی شعاعوں سے مستنیر ہو چکے ہوں۔ کیونکہ نیک صُحبت راہِ نجات کی داعی ہے۔ اور بُری صُحبت جہنم میں لے جاتی ہے۔ مردانِ حق آگاہ کے حضور میں برسوں کی باغی و طاغی طبیعتیں ذکرِ الٰہی سے لطف اندوز ہونے لگتی ہیں۔ اور مُردہ دل دوبارہ حیاتِ نَو سے ہم آہنگ ہوجاتے ہیں۔ اسی ضمن میں ارشادِ نبویؐ پر غور کیجئے۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اَمَّا اَنْ یُّحْذِیَكَ وَاَمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ۔ وَاَمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اَمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَكَ وَاَمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً

(متفق علیہ)

ترجمہ: (ابی مُوسٰی رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نیک اور بد ہمنشیں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کستوری فروش اور مُشک میں پھُونکنے والا۔ پس کستوری والا آپ کو مُفت دیتا ہے۔ یا یہ کہ تم اُس سے خریدتے ہو۔ یا کہ تم اس کی ہمنشینی میں پاکیزہ خوشبو پاتے ہو۔ اور اس کے برعکس مشک میں پھونکنے والا آپ کے کپڑے جلاتا ہے اور یہ کہ تم اُس سے بدبُو بھی حاصل کرتے ہو)

پیغمبرِ خدا صلّے اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد نے کائنات کے طالبانِ حق پر واضح کردیا ہے۔ کہ رُوحانیت کی تربیت گاہیں فقط اہل اللہ کی پاکیزہ صحبتیں ہیں۔ اور وہ لوگ جو بُری محفلوں میں آنے جانے کے عادی ہیں شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنی فطرت کے زیور کو داغدار کر لیتے ہیں۔ فی الواقع صحبتِ بد اگر پیغمبر زادوں (کنعان) کو قہر و غضب کی طوفانی مَوجوں کے حوالے کردے۔ تو شفیق باپ کی پیغمبرانہ آواز (یَا بُنَیَّ ارْکَبْ مَعَنَا) بھی کارگر نہیں ہوتی۔ ہاں مردِ صالح کی موجودگی ساری محفل کو رُشد و ہدایت کے ایک خاص دائرے کے اندر رکھتی ہے لیکن اس کی غیر حاضری تمام حلقۂ احباب کو ایک بہت بڑی سعادت سے محروم کردیتی ہے۔ اور وہی لوگ جو گفتار و کردار میں بھلائی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ ہر طرح کی بُرائی میں مبتلا ہوکر رہ جاتے ہیں۔

جہاں تک صحبتِ نیک کا تعلق ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ کے وہ زبانِ زدِ خاص و عام اشعار کا ذکر لاحاصل نہ ہوگا ؎

گِلے خوش بوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیرے
کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہ اشعار جتنے پرانے ہیں۔ اُتنے ہی حقائق سے لبریز ہیں۔ کیونکہ ان میں اس صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ انسان تو انسان مادی اشیاء میں بھی اثر پذیری کا جوہر موجُود ہے۔

کسی پیرِ کامل نے اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے آواز سُنی " اچھے سنگترے روانے لگے۔ مریدانِ عقیدت کیش نے عرض کیا۔ حضور باہر سے تو سنگترہ فروش کی آواز آئی ہے۔ مگر آپ نے رونا شروع کردیا ہے۔ اس حقیقت آشنا مردِ حق نے جواب دیا۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں۔ وہ سنگترے فروخت کر رہا ہے۔ مگر میں سُنتا ہوں۔ کہ وہ کہہ رہا ہے کہ جن کے سنگ اچھے ہوں۔ وُہ منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ اللہ۔ ان لوگوں نے جو کچھ پایا۔ نیک صحبت میں ہی پایا۔

آمدم بر سرِ مدّعا۔ آج مولوی عبدالرشید صاحب عید گاہ کے چھپّر کے نیچے موجُود نہیں ہیں۔ لہٰذا تمام دن ایسی لغویات کا ذکر ہوتا رہا کہ خدا کی پناہ! دیہاتی احباب نے بھی بڑے زور شور سے شرکت کی۔ جاوید۔ مسعُود۔ سعید۔ اختر اور باقی دوست باوجود تعلیمیافتہ ہونے کے ہر طرح کی نیک و بد گفتگو میں مشغول رہے۔ عبد الرشید صاحب کیا غیر حاضر ہوئے گویا تمام حلقۂ احباب کا نقشہ ہی بدل گیا۔ خیر ہم بعض چیزوں کو ہدیۂ ناظرین کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اور قلم کو صرف اُن باتوں کے اظہار کی اجازت دی جائیگی جو ہمارے شریف النفس قارئین کرام کے بزرگانہ مزاج کو ناگوار نہ گذریں۔

جاوید۔ سعید صاحب! آج ہمارے مُلّا جی کہاں گئے؟

سعید۔ آپ جلد ہی بھُول گئے ہیں۔ کل آپ کی موجودگی میں ہی کہہ رہے تھے کہ شاہ کوٹ کسی کام کے لئے جانے کا ارادہ ہے۔

جاوید۔ یاد آگیا۔ ٹھیک ہے۔ جناب۔

مسعُود۔ مولوی عبدالرشید کے دینی معلُومات اور اُن کی قوتِ بیان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اختر۔ اقبال مرحوم کے کلام کے بڑے ماہر ہیں۔

حمید۔ ان کے والد مرحوم بھی شاعر مزاج آدمی تھے۔ اور ڈاکٹر مرحوم کی تمام کتابوں کو حرزِ جاں بنائے رکھتے تھے۔

جاوید۔ خیر۔ اقبال مرحوم دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ للٰہذا اُن کے کلام کا اگر غور و خوض سے مطالعہ کیا جائے۔ تو خالی از فائدہ نہیں ہوتا۔

مسعود۔ خالی از فائدہ کا کیا سوال۔ موجودہ صحافتی دنیا میں۔ بزم ہائے علم و ادب میں۔ اسلامی نظریات کی تعیین و تحدید میں اور اقوام عالم کے ارتقا و زوال کے اسباب کی تحقیقات میں شاعرِ مشرق کا ہر شعر قولِ فیصل کا حکم رکھتا ہے۔

حمید۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال کے قلم نے زندگی کی مستور حقیقتوں کو ہم پہ واضح کر دیا ہے۔ اور مسلمانانِ عالم کو ایسے مایۂ ناز شاعر پہ ہر طرح فخر کرنا بجا ہے۔

سعید۔ (مذاقیہ لہجے میں) مولوی عبدالرشید کے مریدو! آج اپنے پیر کی غیر حاضری میں بھی وہی مالا جپ رہے ہو۔ آیئے! آج اپنے وطنی شاعر میاں وارث شاہ کا کلام پڑھنے اور سُننے کا انتظام کریں۔ تاکہ آج تو کم از کم مولویانہ سنجیدگی سے نجات ملے۔

(قہقہہ) (تمام دیہاتی احباب ہمہ تن مشغولِ گفتگو ہیں)

خوشی محمدؐ۔ ہاں! آج وڈی ہیر سُنیئے۔

جاوید۔ پڑھے گا کون؟

فتو۔ خیرا موچی! ہیر بھی اس کی اپنی ہی ہے

سعید۔ جایئے۔ بھائی صاحب۔ خیرے کو بُلا لایئے۔

(تمام لوگ نہایت بے خودی کے عالم میں خوش ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ خیرا موچی مونچھوں کو تاؤ دئے ہوئے بغل میں کتاب لے کر آجاتا ہے)

سعید۔ خیرا صاحب! آج ہمیں میاں وارث شاہ کا کلام سناؤ۔

خیرا۔ نہیں۔ چوہدری صاحب! آپ لوگ تو سب کچھ ہی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

حمید۔ نہیں یار! وہاں سے سناؤ۔ جہاں میاں رانجھا بالناتھ کے ٹیلے پر جوگ لینے کے لئے جاتا ہے۔

(خیرا موچی وہاں سے پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور سارا بیان ختم کیا جاتا ہے۔ دیہاتی لوگ اس قدر ذوق شوق سے سنتے ہیں۔ جیسے بنسری کی آواز پر سانپ مست ہوتا ہے۔ اس اثنار میں ہر طرف سے سبحان اللہ سبحان اللہ۔ خوب۔ بہت خوب کی آوازیں اور بالناتھ کے پیرانہ ارشادات کی داد اور میاں رانجھا کے مریدانہ رجوع کی تحسین ہر ہر شعر پر پیش کی جاتی ہے۔ جاوید اور خوشی محمدؐ کی سفارش پر چند ایک اور بھی مقامات سُنے جاتے ہیں۔ خیرا موچی۔ خُوب جھوم جھوم کر پڑھ رہا ہے۔ ساتھ ہی میاں وارث شاہ کی تعریف شروع ہو جاتی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہی پروگرام جاری رہتا ہے۔ اور پھر تاش کا دَور شروع ہو جاتا ہے۔ سعید کے ساتھیوں میں تاش کھیلتے کھیلتے تلخ کلامی کا آغاز ہوتا ہے۔ اور قریب ہے کہ گالی گلوچ سے جوتی پیزار تک نوبت پہنچ جائے۔ مگر جاوید صاحب کی دانشمندانہ مداخلت اس آگ پر پانی کا کام دیتی ہے۔ خیر! الحمد للہ! معاملہ یہاں تک ہی ختم ہو جاتا ہے۔ ویسے تاش کے کھلاڑی اپنا سا مُنہ لے کر اپنی اپنی چارپائیوں پر کھسیانے سے ہو کر لیٹ جاتے ہیں۔ اور اپنے کئے پر نادم ہیں۔ اتنے میں ایک مداری آجاتا ہے۔ اُس کی شکل دیکھتے ہی بچے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ چھپّر کے قریب آجاتا ہے)

مداری۔ چوہدریو! سلام۔ دھن بھاگ۔ اللہ خوش رکھے۔

(تھیلہ رکھ کر بنسری بجانے لگتا ہے۔ تمام بچے۔ بوڑھے۔ اور نوجوان اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور تماشا شروع ہو جاتا ہے۔ مداری چند دعوے پیش کرتا ہے۔ اور بعدازاں اپنی شعبدہ بازی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تمام حاضرین ہر طرح کے مذاق میں برابر کے شریک رہتے ہیں۔ اور تقریباً نماز ظہر کا وقت اسی مشغلے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ مجمع کے منتشر ہونے کے موقع پر دو لڑکے آپس میں غسل خانے کے قریب لڑنے لگتے ہیں۔ گالی گلوچ اور پھر دھینگا مشتی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ان لڑکوں کے ساتھی اور رشتہ دار بھی کسی نہ کسی شکل میں اس لڑائی میں حصہ لیتے ہیں۔

خیر آج کا دن حقہ پیتے۔ تاش کھیلتے۔ لڑتے بھڑتے۔ فضول وقت ضائع کرتے ہی گذرتا ہے۔ اور لوگ شام کے قریب نہایت پریشانی اور پشیمانی کی حالت میں اپنے اپنے گھروں کو سُدھارتے ہیں)۔

(بقیہ خطبہ کراچی صفحہ ۷ سے آگے)

قبول فرما لیتے۔ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ خیبر کے دن میں نے آپؐ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا۔ جس کی باگ کھجور کے پوست کی تھی۔

حاصل

یہ ہے کہ حضور اقدسؐ کے مزاج میں نہ فخر تھا۔ نہ کبر تھا۔ نہ مغلوب الغضب تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا اور اُن کی ہر ممکن خدمت کرنا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

بقیہ

بَاقِیَاتُ الصَّالِحَات

صفحہ ۱۶ سے آگے

(۳) قرآن جو وراثت میں رہ گیا ہو (۴) مسجد بنائی ہو (۵) مسافر خانہ بنایا ہو۔ (۶) نہر جاری کی ہو (۷) اپنی زندگی میں اپنے مال میں سے صدقہ دیا ہو۔ سب چیزیں انسان کو بعد مرگ فائدہ بخش ہیں۔ (مشکوٰۃ باب کتاب العلم)

مذکورہ بالا امور رفاہ عام کے کام ہیں۔ ان سے عوام الناس فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسی لئے ان کو صدقہ جاریہ کہا جاتا ہے۔ یوں مرنے کے بعد انسان کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں لیکن ایسے اعمال کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ جب آدمی مرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے کون سے نیک اعمال پہلے روانہ کئے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ اُس نے دُنیا میں کتنا مال چھوڑا ہے

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا دُنیا پشت دکھا کر کوچ کرتی ہے۔ آخرت سامنے آرہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے۔ تم لوگ آخرت کی اولاد میں سے بنو اور دُنیا کی اولاد میں داخل نہ ہو۔ کیونکہ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہ ہوگا۔

بچوں کا صفحہ

خدا تعالیٰ کے بنک میں جمع کئے ہوئے مال کو نہ کوئی آفت ہے نہ زوال

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابہ کرامؓ نے ایک بکری ذبح کی (اور اس میں سے گوشت تقسیم کر دیا) حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ صرف ایک شانہ باقی رہ گیا ہے (باقی سب تقسیم کر دیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ وہ سب باقی ہے اس شانہ کے سوا۔ مقصد یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے خرچ کر دیا گیا وہ تو حقیقت میں باقی ہے اس لئے کہ اس کا دائمی ثواب باقی ہے۔ اور جو رہ گیا وہ فانی ہے۔ نہ معلوم باقی رہنے والی جگہ خرچ ہو یا نہ ہو۔ یعنی جو کچھ تمہارے پاس دُنیا میں ہے وہ ایک دن ختم ہو جائیگا (چاہے اس کے زوال سے ہو یا تمہاری موت سے) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ بندہ کہتا ہے۔ میرا مال میرا مال۔ اس کے سوا دوسری بات ہی نہیں ہے۔ اس کا مال تو وہ ہے جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پُرانا کر دیا یا اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا۔ اور اپنے لئے ذخیرہ بنا لیا۔ اور اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والی چیز ہے جس کو وہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ وہ اس کا نہیں بلکہ دوسروں کا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے دریافت کیا کہ تم میں سے کون ایسا شخص ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کا اپنا مال وہ ہے۔ جس کو (ذخیرہ بنا کر) آگے بھیج دیا۔ اور جو مال چھوڑ گیا وہ وارث کا مال ہے لوگوں کو دُنیا کے بنک میں روپیہ جمع کرنے کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ لیکن وُہی کیا ساتھ رہنے والا ہے۔ اکثر بنک فیل ہو جاتے ہیں۔ دیوالہ نکل آتا ہے۔ چور ڈاکو لے بھاگتے ہیں۔ اور آج کل تو عملے کے افسر اور بابو لوگ ہی ایسے طریقے سے روپے کو خرد بُرد کرتے ہیں کہ مالکوں کو پتہ ہی نہیں لگنے پاتا۔ خیر اگر اپنی زندگی میں اس پر کوئی آفت نہ بھی آئے تو مرنے کے بعد بہرحال وہ اپنے کام آنے والا نہیں ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے بنک میں جمع کیا ہُوا روپیہ ہمیشہ کام آنے والا ہے۔ نہ اس پر کوئی آفت ہے نہ زوال اور مزید برآں کہ کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

حضرت سہیلؓ بن عبداللہ اپنے مال کو اللہ کے واسطے بڑی کثرت سے خرچ کرتے تھے۔ ان کی والدہ اور بھائیوں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے اس کی شکایت کی کہ یہ سب کچھ خرچ کر ڈالتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ چند روز میں فقیر ہو جائینگے۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے حضرت سہیلؓ سے دریافت کیا۔ فرمایا کہ آپ ہی بتائیں کہ اگر کوئی مدینہ کا رہنے والا رستاق (جو ملک فارس کا ایک شہر ہے) میں زمین خرید لے اور وہاں منتقل ہونا چاہے۔ وہ مدینہ طیبہ میں اپنی کوئی چیز چھوڑے گا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ کہنے لگے۔ بس یہی بات ہے۔ لوگوں کو ان کے جواب سے یہ خیال ہوگیا کہ وہ دوسری جگہ انتقال آبادی کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اور ان کی غرض دوسرے عالم کو انتقال کی تھی۔ اور آج کل تو ہر شخص کو اس کا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ جو لوگ ہند سے پاکستان یا پاکستان سے ہند میں مستقل قیام کی نیت سے انتقال آبادی اپنے اختیار سے کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے جانے سے پہلے اپنی جائداد مکانات وغیرہ سب چیزوں کے تبادلہ کی کتنی کوشش کرتے ہیں۔ اور اتنے تبادلہ مکمل نہیں ہو جاتا ساری تکالیف برداشت کرنے کے باوجود انتقال آبادی کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور جو بلا اختیار جبری طور پر ایک جگہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو گئے ہیں۔ ان کی حسرت و افسوس کی نہ کوئی انتہا ہے نہ خاتمہ۔ یہی صورت بعینہ ہر شخص کی اس عالم سے انتقال کی ہے۔ ابھی تک ہر شخص کو اپنے سامان جائداد وغیرہ سب چیز کے انتقال کا اختیار ہے۔ لیکن جب موت سے جبری انتقال ہو جائے گا سب کچھ اسی عالم میں رہ جائے گا۔ اور گویا بحق سرکار ضبط ہو جائے گا۔ ابھی وقت ہے کہ سمجھ رکھنے والے اپنے سامان کو دوسرے عالم میں منتقل کرلیں۔ موت آنے کے بعد اگر یہ کہیں کہ ایک پائی بھی اللہ کے نام پر دیدیں یا ایک دفعہ اللہ کا نام ہی لے لیں تو ہرگز اس کی اجازت نہ ہو گی۔ یہ مہلت تو صرف زندگی میں ہے۔ جیتے جی جو کچھ اپنے ہاتھ سے اللہ پاک کے خزانے میں جمع ہو سکے بس بس وُہی آگے چل کر کام آنے والا ہے۔ اور بڑی سخت ضرورت کے وقت کام آئے گا۔ اور اگر وہ جمع کیا ہُوا مال یا روپیہ پیسہ یہیں کا یہاں رہا تو تمہارے کس کام کا۔ اس کو تو تمہارے مرنے کے بعد تمہارے بھائی بند بیٹے پوتے سب آپس میں بانٹ لیں گے۔ پھر اُن سے ایسی کوئی امید بھی نہیں کہ وہ تمہارے مرنے کے بعد اس تمہارے چھوڑے ہُوئے مال میں سے ہی تمہیں کچھ ثواب پہنچانے کی خاطر اللہ واسطے خرچ کر دیں۔ وہ تو آپس میں بانٹ بانٹ کر گلچھرے اُڑانے کی فکر میں ہونگے۔ ع

کس نمی پُرسد کہ بھیا کیستی

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوھان

شرح چندہ
سالانہ بارہ روپے - ششماہی سات روپے
سہ ماہی تین روپے آٹھ آنے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل
مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

بقیہ: اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ صفحہ ۱۴ سے آگے)

رہی ہیں، مسلمان بہنیں اسلام سے اتنا دُور پہنچ چکی ہیں کہ اُن کے کانوں میں شاید یہ آواز ابھی تک نہیں پہنچی کہ اے مسلمان مردو! اور عورتو! تم اپنی نگاہوں کو نیچا رکھا کرو۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کرو۔

مَیں بارگاہ رب العزّت میں نہایت عاجزانہ طور پر دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھ ناچیز کو اور میری سب مسلمان بہنوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ط

مکتوبات حضرت شیخ التفسیر

راقم الحروف شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کے مکتوبات جمع کرکے ان کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جن حضرات کے پاس حضرت موصوف کے خطوط ہوں وہ ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ صرف وہ خطوط ارسال کئے جائیں جن میں مذہبی مسائل یا رُوحانی تربیت کا ذکر ہو۔

قاری محمد ابراہیم انجمن خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

... پریس لاہور ... باہتمام مولوی عبدالله انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ سے شائع ہوا